قلم کار بننے کے لیے نہایت قیمتی تحفہ
بے شمار خوبیوں کی حامل کتاب

فنِ مضمون نگاری

مؤلف
مولانا آفتاب اظہر صدیقی
مدرس جامعہ عربیہ مدرسۃ المؤمنین منگلور (اتراکھنڈ)

مکتبۃ العارف
دیوبند

قلم کار بننے کے لیے نہایت قیمتی تحفہ

بے شمار خوبیوں کی حامل کتاب

فن مضمون نگاری

مؤلف

مولانا آفتاب اظہر صدیقی

مدرس: جامعہ عربیہ مدرسۃ المؤمنین منگلور (اتراکھنڈ)

ناشر

مکتبة العارف دیوبند/ منگلور

E-mail: maktabatularif@gmail.com

رابطہ نمبر: 9897134270

﴿ تفصیلات ﴾

نام کتاب:.................فن مضمون نگاری

صفحات:.................................... ۱۱۲

تعداد:.................................۱۱۰۰

سن اشاعت:..............................۲۰۱۶ء

نام مؤلف مع مکمل پتہ:

(مولانا) آفتاب اظہر صدیقی ابن محمد آصف پرواز

گرام پھلواڑی، پوسٹ چھتر گاچھ، تھانہ پہاڑ کٹہ، ضلع کشن گنج (بہار) ۸۵۵۱۱۷

رابطہ نمبر:9568136926

ای میل: aftabazharkne@gmail.com

ناشر:................ مکتبة العارف دیوبند/ منگلور

﴾فہرست﴿

﴿انتساب﴾

ان صاحبانِ قلم کے نام:

☆ جنہوں نے اپنے قلم کو الفت ومحبت، صداقت وامانت، اشاعتِ دین اورحق کے فروغ کا ذریعہ بنایا۔

☆ جنہوں نے اپنی روشن تحریوں سے تاریک دلوں کو منور کیا۔

☆ جن قلم کاروں نے ملت کے درد کو تحریر کا جامہ پہنا کر فکر فردا کے لیے ہزاروں اور لاکھوں افراد کی ذہن سازی کی۔

☆ جن کے باطل شکن قلم نے دینِ اسلام کا اس طرح دفاع کیا کہ مخالفین کے دانت کھٹے کر دیے۔

☆ جنہوں نے اپنے ضمیر کو بکنے نہ دیا اور حق کے پرچم کو جھکنے نہ دیا۔

مقدمہ

حضرت مولانا فضیل احمد صاحب ناصری القاسمی دامت برکاتہم العالیہ

﴿ استاذ حدیث: جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند ﴾

زبان کوئی بھی ہو، اپنے اصل رنگ وروپ اور مکمل لوازمات کے ساتھ آتے آتے آتی ہے، اس کا آشیانہ کسی دل ودماغ میں بڑی مشکل سے بنتا ہے۔ اصول وقواعد کی رو سے عربی زبان بے حد پیچیدہ اور دشوار زبان ہے۔ دیارِ عجم میں عربیت کا حصول کارے دارد۔ فارسی زبان کی تحصیل اربابِ ہمت کے لیے قدرے آسان ہے؛ مگر اردو اپنی تمام تر اپنائیت، شیرینی، جلوہ ریزی، رعنائی اور ساحری کے باوجود بڑی صبر آزما، دیریاب اور کم آمیز ہے۔ اردو کی قدآور شخصیات اور ماہر فنکار کے قدم بھی یہاں ڈگمگاتے دیکھے گئے ہیں۔ مستند شاعر اور شاگردِ غالب ''داغؔ دہلوی'' نے کہا اور بجا کہا۔

نہیں کھیل اے داغؔ یاروں سے کہہ دو ☆ کہ آتی ہے اردو زباں آتے آتے

ہر زبان کی طرح اس کی بھی اپنی ادائیں ہیں، اپنا ناز اور بانکپن ہے، فنی خوبیاں اور اصولی باریکیاں ہیں۔ اس زبان پر قابو پانے اور اس پر عبور حاصل کرنے

کے لیے مزاولت اور محنت ہائے شاقہ درکار ہیں۔ کوئی یہ سوچ لے کہ اردو یوں ہی آجاتی ہے اور اس کی تحصیل میں پاپڑ بیلنے نہیں پڑتے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اردو کا ابجد اسے نہیں آیا اور اگر کچھ شد بد ہوئی بھی ہے، تو بہت معمولی۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص بڑے علم و کمال کا ہوتا ہے، اس کی علمیت، علوم اسلامیہ پر اس کی گہری گرفت اور مطالعے کی وسعت و بے کرانی باعث صد رشک ہوتی ہے۔ وہ بولتا ہے تو موتی رولتا ہے۔ ہر جملہ ایک جہانِ معنی لیے، ہر لفظ علم و فضل کا غماز؛ مگر اسی سے کہیے کہ اپنے انہیں علوم و معارف اور حاصل مطالعہ کو تحریر کا رنگ دے دے اور دل نشیں پیرائے میں انہیں نذرِ قارئین کر دے، تو آئیں بائیں شائیں کرتا رہ جائے گا۔ اولاً تو قدم ہی نہ اٹھ سکے گا، بڑی مشکل سے لکھے گا بھی؛ تو بے ترتیب، مقطّع اور گنجلک۔ جیسے کسی شاعر نے کہا ؎

اس نے پہلے ''مس'' کہا، پھر ''تق'' کہا، پھر ''بل'' کہا
اس طرح ظالم نے ''مستقبل'' کے ٹکڑے کر دیے

زبان کا آنا تو "جوئے شیر لانا" ہے ہی، اگر مشقِ مسلسل اور ریاضِ پیہم سے آ بھی گئی تو اسے اپنے نہاں خانۂ دل سے سینۂ قرطاس کے سپرد کرنا کوہ کندن اور کاہ برآوردن ہے۔ یہ سوزِ جگر اور خونِ دل کا طالب ہے۔ یہ پتّہ ماری اور جاں کاہی کا

متقاضی ہے۔ اس کی مثال اس محبوب کی سی ہے جو جلدی کسی آشنا کو قبول نہیں کرتا؛ مگر کرتا ہے تو اس کے غربت کدے کو دولت خانہ میں تبدیل کر دیتا ہے۔ گھر کا نقشِ کہن مٹا کر تاج محل بنا دیتا ہے۔

جس طرح بولنا ایک فن ہے، لکھنا بھی ایک فن ہے اور اعلیٰ ترین فن۔ اسے با قاعدہ سیکھنا پڑتا ہے؛ اس کے نکات، اسرار و رموز اور قواعد و ضوابط ''استقامت و عزیمت'' کا تقاضا کرتے ہیں؛ لیکن اس کا سب سے بڑا خوش آئند پہلو یہ ہے کہ چند ماہ میں یہ فن حاصل بھی ہو سکتا ہے۔ خاطر جمع ہو، ہمت جوان ہو، ارادہ فولادی ہو اور ''پیر کامل'' کی رہبری بھی اسے میسر ہو تو مضمون نگار اور صاحب قلم بننے سے اسے کوئی نہیں روک سکتا۔

مجھے قرطاس و قلم سنبھالے بیس برس سے زائد ہو رہے ہیں، اس دوران بہت کچھ لکھا، بے پناہ لکھا، ہر موضوع پر لکھا - کیا کیا لکھا، اب تو وہ بھی محفوظ نہیں اور جتنا کچھ محفوظ ہے وہ اس کا عشر عشیر بھی نہیں؛ تاہم لکھنے اور لوح و قلم کی پیہم پرورش نے اس سفر کا منزل آشنا بنا دیا۔ اب کچھ بھی لکھنا ''دردِ سر'' نہیں رہا۔ میں اپنے بیس سالہ تجربات کی بنیاد پر کہہ سکتا ہوں کہ جس طرح لوہے پر زنگ لگ جاتا ہے، اسی طرح خامہ فرسائی بھی زنگ آلود ہو سکتی ہے، لوہے کی صفائی کا ہر دم خیال رکھا جائے تو اسے

زنگ سے بچایا جا سکتا ہے ؛ بلکہ اس کی چمک میں اضافہ بھی ممکن ہے؛ اسی طرح قلم کاری جاری رکھی جائے تو اسے نہ صرف متأثر ہونے سے بچایا جا سکتا ہے؛ بلکہ اس کی جاذبیت، تاثیر، دل کشی اور معنویت میں مزید رنگ بھر سکتا ہے۔

مضمون نگاری کا سفر جس طرح انتہا میں تابناک ہے، اسی طرح ابتدا میں مشکلات سے بھرپور بھی ہے۔ کون سا لفظ مذکر ہے اور کون سا مؤنث؟ تذکیر و تانیث کی شناخت ممکن ہو تو کیوں کر ہو؟ حروفِ روابط (کا، کے، کی وغیرہ) کا محل استعمال کیا ہے؟ رموزِ اوقاف کب، کہاں اور کیا زیرِ قلم ہوں گے؟ یہ وہ سوالات ہیں جو اکثر مبتدی کو پریشان کرتے ہیں۔ عربی میں تذکیر و تانیث کا زیادہ مسئلہ نہیں، وہاں ان کے موٹے موٹے اور بدیہی الدلالت قاعدے ہیں۔ فارسی میں تذکیر و تانیث کا کوئی مسئلہ ہی موجود نہیں، وہاں مؤنث بھی مذکر ہے اور مذکر بھی مؤنث: واضح لفظوں میں کہیے تو تمام الفاظ ایک ہی جنس کے۔ عربی میں ''قالت فاطمۃ'' اور ''قال زید'' کہیں گے؛ جبکہ فارسی میں ''زید گفت'' اور ''فاطمہ گفت''۔ لیکن زبانِ اردو تذکیر و تانیث کے باب میں بڑی وسیع ہے اور ذوقِ سلیم کی طلب گار بھی۔ لکھتے لکھتے ایک عرصہ گزر جاتا ہے؛ مگر کبھی کبھی اس کے باوجود پتہ نہیں چل پاتا کہ زیرِ قلم لفظ کس صنف سے تعلق رکھتا ہے؟ اخبارات میں آئے دن غلطیاں چھپتی رہتی ہیں، وہ بھی کھلی کھلی غلطیاں۔ اس کی

معرفت کے اصول و قواعد بھی دو چار نہیں کہ انہیں بیک دو لحظہ ازبر کر لیا جائے۔ حروف روابط کا طریقۂ استعمال بھی ایک دو نہیں، درجن سے زیادہ ہے۔ یہ سارے مسائل ایک نو وارد کے لیے آہنی دیوار بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

طالب علم کے سامنے ایک بڑا مسئلہ یہ بھی درپیش ہوتا ہے کہ مضمون میں جان کس طرح ڈالی جائے ؟ ظاہر ہے کہ اس کا ''حل'' مطالعہ اور صرف کتب بینی ہے ؛ لیکن مطالعہ کیسے ہو؟ کن کتابوں کا ہو؟ کتنا اور کیوں کر ہو؟ ان کا بیان بھی ضروری ہے۔ ان کے ماسوا نظم و نثر میں کیا فرق ہے؟ نثر کی کتنی قسمیں ہیں اور کون سی؟ کس نثر کو کیسے قلم بند کیا جاتا ہے، راہِ سفر میں ایک متعلم کا یہ جاننا بھی ضروری ہے۔ اگر طلبہ ان امور سے آگاہ ہو گئے اور انہوں نے ان گوہر ہائے تابدار سے اپنے جیب و داماں بھر لیے تو ان شاء اللہ ان کا قدم بہت جلد منزل آشنا ہوگا؛ بلکہ منزل خود آگے بڑھ کر ان کی پابوسی کرے گی۔

عزیزم مولانا آفتاب اظہر سلمہ کو حق جل مجدہ نے بہت سی اعلیٰ صلاحیتوں سے مالا مال کیا ہے، وہ بہترین مدرس، صاحبِ تاثیر مقرر ہیں؛ ان کے ساتھ ایک پختہ نویس اور صاحب اسلوب اہل قلم بھی ہیں۔ ابھی جوان رعنا ہیں؛ مگر ان کی شادابیِ تحریر سے ہرگز نہیں لگتا کہ لوح و قلم سے ان کا رشتہ زیادہ قدیم نہیں۔ ان کے مضامین کی

شگفتگی، زبان و بیان پر ان کی قدرت اور بات کہنے کا سلیقہ ان کی کہنگی کی طرف راست اشارہ کررہا ہے۔ان کی یہ کتاب ''فن مضمون نگاری'' مختصر ہونے کے باوجود بہت پُر لطف اور معلومات سے بھر پور ہے، انہوں نے اس رسالے میں فن سے متعلق وہ تمام باتیں بیان کردی ہیں جن کا لحاظ ہر اہل قلم پر لازم ہے۔ترتیب وعنوانات اور مشمولات دیکھ کر پُر یقین لہجے میں میں کہہ سکتا ہوں کہ جدید پیرائے میں اب تک اس سے بہتر مواد سامنے نہیں آئے۔اذعان کامل ہے کہ اس کا مطالعہ تحریری صلاحیتوں کے خواہش مندوں کے لیے اکسیر ثابت ہوگا اور وہ اپنا سفرِ ''خامہ گیری'' مہارت کے ساتھ جاری رکھ سکیں گے۔

(مولانا) فضیل احمد ناصری القاسمی

خادم حدیث جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند

۲۴؍مئی ۲۰۱۶ء مطابق ۱۶؍شعبان ۱۴۳۷ھ منگل

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد معصوم صاحب قاسمی دامت برکاتہم العالیہ

﴿ناظم اعلیٰ: جامعہ عربیہ مدرسۃ المؤمنین، منگلور (اتراکھنڈ)﴾

حامدا ومصلیا، جس طرح گفتگو کے مختلف اسلوب اور انداز ہوتے ہیں، یہی حال قلم کا بھی ہے، اس لیے کہ قلم بھی انسان کی خاموش زبان ہے اور زبان کے ذریعے نکلنے والے احساسات اور جذبات کا ترجمان بھی۔

جس طرح گفتگو کو مؤثر بنانے کے لیے اس کے آداب کی مکمل رعایت ضروری ہے، اسی طرح قلم سے نکلی ہوئی تحریر کو مؤثر بنانے کے لیے اس کے آداب وضوابط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، قلم کار اپنے مضمون اور تحریر کے ذریعے دنیا کو عظیم پیغام دیتا ہے اور اپنے طبقے کو ترقیات کے بام عروج پر دیکھنے کا خواہاں ہوتا ہے اور یہ تبھی ممکن ہے جب آلہ کو آلہ کے اصول کے مطابق بنایا جائے، قلم کے مسافر کے لیے جس طرح اصول وضوابط کی ہم رکابی ضروری ہے اسی طرح اپنی تحریر میں رموز اوقاف کا توشہ بھی ناگزیر ہے اور نہ صرف رموز اوقاف کی محض معلومات؛ بلکہ ان کا برمحل استعمال مقصود ہے، مولوی عبدالحق صاحب نے اپنی کتاب ''قواعد اردو'' میں تحریر میں استعمال ہونے والی چند علامات اور ان کے نام ذکر کیے ہیں۔

سکتہ	،	وقفہ	؛
رابطہ	:	تفصیلیہ	:ـ
فجائیہ،ندائیہ	!	سوالیہ	؟
خط	_	قوسین	( )
واوین	” “		

تحریر کے لیے جہاں تحسین خط اور صفائی ستھرائی ضروری ہے، وہاں رموز اوقاف کی پابندی بھی انتہائی ضروری ہے جس کی تفصیل کتاب ہٰذا میں موجود ہے۔ایک قلم کار کی تحریر اپنی معنویت کے ساتھ ساتھ ظاہری خوبیوں سے بھی معمور ہو تو پڑھنے والے کا ذہن و دماغ فطری طور پر متأثر ہوتا ہے اور وہ مضمون کے لعل و جواہر سے اپنا دامن بھر لیتا ہے۔

فن مضمون نگاری کے کچھ اصول و قواعد مولوی آفتاب اظہر کشن گنجوی استاذ جامعۃ المؤمنین، منگلور، ہریدوار اتراکھنڈ نے ذکر کیے ہیں جن کی رعایت سے مضمون میں جاذبیت اور کشش پیدا ہو جائے گی ان شاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو قبول تام و عام فرمائے۔(آمین)

(مفتی) محمد معصوم قاسمی

یکم جون/۲۰۱۶ء

حرف اول

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم النبیین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

اللہ کا بے کراں شکر و احسان ہے کہ اس نے خاکسار کو جہل کی تاریکی سے نکال کر علم کی روشنی عطا فرمائی، واقعی علم ایک نور ہے جس کے بغیر آنکھ والا بھی نابینا کی طرح ہے۔

مجھے زمانۂ طالب علمی میں حفظ کے دور سے ہی تقریر و خطابت سے دلچسپی رہی پھر سفر شوق نے نظامت کی منزل سے آشنا کیا اور ان ہی دنوں دل کے نہاں خانے میں شاعری کے شوق نے جنم لیا؛ لیکن اس شوق کی تکمیل قصبہ منگلور میں آکر ۲۰۱۳ء میں فن عروض پڑھنے کے بعد ہوئی، منگلور آکر ہی قلم کاری کے جذبے نے عملی شکل اختیار کی، جامعہ عربیہ مدرسۃ المؤمنین میں طلبہ کے ماہانہ دیواری پرچے کے لیے مختصر مضامین لکھے، پھر مختصر تحریریں مطول ہوتی گئیں اور انہیں اخبارات کے اداریہ صفحات میں جگہ ملنے لگی، وہیں رہ کر کتاب ”نظام نظامت“ تالیف کی جس نے بفضلہٖ تعالیٰ کم عرصے میں بہت مقبولیت حاصل کی اور اہل ذوق کی نگاہِ انتخاب کا مرکز بنی۔ جامعہ مدرسۃ المؤمنین منگلور سے مشکوٰۃ شریف کی تکمیل کے بعد دورۂ حدیث کے لیے دیوبند کا رخ کیا، جہاں رہ کر خالی اوقات میں باذوق طلبہ کو فن عروض پڑھایا اور مضمون نگاری میں ان کی رہنمائی کی،

قلم کاری کے سلسلے میں پہلے سے ہی لکھنے کا ارادہ تھا؛ چنانچہ اس ایک سالہ تجربے کے بعد ارادے میں پختگی آئی اور قلم وقرطاس کی راہ میں پیش آنے والی دشواریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھنے کا سلسلہ شروع کیا اور حتی الامکان کوشش رہی کہ دشواریاں آسانیوں میں تبدیل ہوکر مبتدی طالب علم کے لیے نشان راہ ثابت ہو۔

استاذ محترم مولانا فضیل احمد ناصری صاحب کا بے حد شکر گزار ہوں کہ انہوں نے کتاب کو حرف بہ حرف دیکھا اور نہایت قیمتی مقدمہ تحریر فرما کر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ میرے محسن وکرم فرما استاذ محترم حضرت مفتی محمد معصوم صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے میری اس کاوش کو سراہا اور ہمت افزائی کی۔

احباب میں مولانا رئیس احمد عرشی کلیری، مفتی توفیق الٰہی قاسمی ہریدواری، مولانا تنویر صدیقی مظاہری اور مولانا احمد بن نذر مظاہری بھی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اپنے مفید مشوروں سے نواز کر میرا سفر سہل کیا۔ اللہ پاک ان تمام حضرات کو دارین کی سعادت نصیب فرمائے۔

قارئین حضرات سے درخواست ہے کہ کتاب میں کسی طرح کی خامی ونقص دیکھیں تو براہ احسان مطلع فرما کر مشکور ہوں۔

ازقلم: آفتاب اظہر صدیقی ﴿۲۶/شعبان بروز جمعہ ۱۴۳۷ھ﴾

☆☆☆ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ☆☆☆

مضمون نگاری

انسان اپنے ''مافی الضمیر'' کو ادا کرنے کے لیے یا تو زبان کا سہارا لیتا ہے یا پھر قلم کا، جو شخص اپنے مافی الضمیر کو زبان کے ذریعے سلیقہ مندی سے ادا کرنے پر قادر ہو وہ مقرر ہے اور جو اس کے لیے قلم کا سہارا لے وہ محرر۔

سب سے پہلے ہمیں اس زبان سے متعارف ہونے کی ضرورت ہے جس میں ہم ''مضمون نگاری'' سیکھنے کے آرزومند ہیں۔

اردو زبان

زبانِ اردو آج کی ایک ترقی یافتہ زبان ہے جو ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، نیپال و دیگر ایشیائی علاقوں میں رائج ہے؛ یوں تو اس زبان کو پسند کرنے والے اور اس کی طرف رغبت کرنے والے ساری دنیا میں ہیں اور ہر ملک میں اس کو بولنے، لکھنے اور سمجھنے والوں کی ایک جماعت موجود ہے؛ لیکن نصف سے زائد دنیا ہنوز اس سے ناآشنا ہے۔

اردو کب پیدا ہوئی؟ اس کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، اس کے متعلق اس حد تک متضاد نظریات ملتے ہیں کہ ایک انسان چکرا کر رہ جاتا ہے۔

ہاں!! اردو کہاں پیدا ہوئی؟ اس سلسلے میں مؤرخین کی متفقہ رائے یہ ہے کہ اس زبان کی جائے پیدائش ہندوستان ہے اور یہیں سے اس کی ابتدا ہوئی؛ لیکن ہندوستان کے کس علاقے میں ہوئی اس میں مختلف اقوال ملتے ہیں، کسی نے اردو کے دہلی و نواح دہلی میں پیدا ہونے کا نظریہ دیا ہے تو کسی کا کہنا ہے کہ اردو کا مسکن دکن ہے، کوئی کہتا ہے کہ اردو پنجاب میں پیدا ہوئی تو کوئی اس کی نسبت سندھ کی طرف کرتا ہے۔ ان تمام نظریات کو اگر یکجا کیا جائے تو وہ چار کے دائرے میں سمٹ کر رہ جاتے ہیں (۱) دکن (۲) سندھ (۳) پنجاب (۴) دہلی۔

بہر حال اردو کی ابتدا کی بنیاد برصغیر پاک و ہند میں مسلمان فاتحین کی آمد پر رکھی گئی ہے: یعنی مسلمان فاتحین کی ہند میں آمد، مقامی لوگوں سے میل جول اور یہاں کی زبان پر ان کی زبان کے اثرات وتأثر کی وجہ سے اردو زبان معرض وجود میں آئی۔ یہ زبان پہلے ہندوی، ریختہ، زبانِ دہلی، اردوئے معلیٰ جیسے مختلف ناموں سے جانی گئی؛ لیکن بعد میں اس کا نام ''اردو'' ہوا۔

مضمون نگاری کے اجزائے ترکیبی

مضمون نگاری کی تعریف اور اردو کے مختصر تعارف کے بعد یہ جاننا بھی اہم اور ضروری ہے کہ اس سفر کا رختِ سفر کیا ہے؟ یعنی قلم کاری وانشاپردازی کے اجزائے

ترکیبی کیا ہیں؟

یہ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ہر کام کو درجۂ تکمیل تک پہنچانے اور حتمی صورت میں لانے کے لیے چند مختلف چیزیں درکار ہوتی ہیں جنھیں اجزائے ترکیبی کہتے ہیں: مثلاً چائے بنانی ہو تو اس کے لیے ایک دیگچی کی ضرورت پڑے گی پھر متعین مقدار میں دودھ، چینی اور پتی رکھیں گے اور اسے آگ پر پکائیں گے تب جا کر چائے تیار ہوگی اور آپ چسکی لے کر پی سکیں گے۔ اسی طرح قلم کاری کے بھی کچھ اجزائے ترکیبی ہیں جن کے بغیر ایک مضمون تو کیا ایک پیراگراف لکھنا بھی کافی دشوار ہے۔

آیئے اب ہم قلم کاری کے ان اجزائے ترکیبی کو مختصر انداز میں آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں (۱) سب سے پہلی چیز ہے ''صحتِ الفاظ'' ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ کونسا لفظ کس طرح پڑھا جائے گا؟ اس لیے کہ بعض دفعہ اردو میں بھی اعراب کے بدلنے سے معنی کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے مثلاً گُل و گلزار کو اگر گِل و گلزار پڑھا جائے تو غلط ہو جائے گا۔ (۲) دوسری ضروری شئی ہے ''صحتِ املا'' اگر آپ کو یہی نہ معلوم ہو کہ کس لفظ کو کن حروف کے ساتھ کس طرح سے لکھنا ہے تو آپ ''محظوظ'' کو محضوض اور ''بالفرض'' کو بلفرض لکھنے جیسی غلطیاں کر بیٹھیں گے۔ (۳) تیسری چیز ہے مطالعہ: مطالعہ اہل قلم کے لیے نہایت ضروری ہے اس کے بغیر پتا ہی نہیں چل پاتا کہ کیا

لکھنا ہے اور کیوں لکھنا ہے؟ (۴) لغت اور محاورات:۔ اگر الفاظ کے معانی اور
محاوروں کے مطالب نہ معلوم ہوں تو مطالعہ بے سود ہے۔(۵) رموزِ اوقاف:۔ یہ
جملوں میں استعمال ہونے والی وہ علامتیں ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ کہاں بات پوری
ہورہی ہے؟ کہاں مخاطب کیا جارہا ہے؟ کہاں سوال کیا جارہا ہے اور کہاں دوسرے کی
بات نقل کی جارہی ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔(۶) قواعدِ اردو:۔قواعد کا جاننا اس لیے ضروری
ہے تاکہ تذکیر و تانیث، تقدیم و تاخیر، فعل، فاعل اور دیگر لسانی غلطیوں سے بچا
جاسکے۔

اوپر جن اجزائے ترکیبی کا ذکر ہوا، اِس کتاب کو پڑھنے کے بعد آپ ان تمام
پر دسترس حاصل کرسکتے ہیں؛ تاہم لغت اور فرہنگ کی ایک ایک کتاب ابھی سے خرید
لیں ''فیروز اللغات'' اور ''فرہنگِ عامرہ'' مفید ہیں۔ اسی کے ساتھ مطالعہ کی عادت
بھی ڈال لیں اور آج سے ہی ایک وقت مطالعہ کے لیے خاص کرلیں۔

مطالعہ سے متعلق کچھ ضروری باتیں

مطالعہ اچھی اور فائدہ مند کتابوں کا کیا جائے، ایسی کتابوں کے مطالعے سے
کوسوں دور رہیں جو اخلاق کو خراب کرنے والی ہوں یا جن کے پڑھنے سے دین کا
نقصان ہوتا ہو، جن میں فاسد عقائد کی طرف دعوت دی گئی ہو۔

ایسی کتابیں بھی نہ اٹھائیں جن کے پڑھنے سے محض وقت ضائع ہوتا ہو یعنی جن میں
جھوٹی اور من گھڑت کہانیاں اور شہوت خیز ناول و قصے ہوں- ایسی کتابوں کے مطالعے
میں وقت کی بربادی کے ساتھ بہت سے نقصانات بھی ہیں کہ کبھی آدمی ذہنی بیماری کا
شکار ہوجاتا ہے تو کبھی غم زدہ ہوکر بیٹھ جاتا ہے اور کبھی انسانیت بھول کر شیطانی راہ پر
چلنے لگتا ہے۔ بہت سی تحریریں انسان کو بدعقیدہ بنادیتی ہیں اور آدمی ان کو پڑھ کر اپنے
خیالات میں تبدیلی پیدا کرلیتا ہے جس کے نتیجے میں اپنے دین وایمان سے بھی ہاتھ
دھو بیٹھتا ہے؛ اس لیے مطالعہ سے قبل احتیاط بہت ضروری ہے۔

☆ دینی اور ادبی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے؛ دینی کتاب کے مطالعہ سے قبل صاحب
کتاب کے متعلق جاننا بھی ضروری ہے کہ مصنف کس مکتبِ فکر سے تعلق رکھتا ہے؟ اس
کا علمی مقام کیا ہے؟ کہاں تک تعلیم ہے اور کہاں کا فارغ التحصیل ہے؟

☆ پہلے کتاب کے مقدمے، تقاریظ اور پیش لفظ کو بغور پڑھیں، اس کے بعد ہی
کتاب کا مطالعہ شروع کریں۔ پھر اگر مصنف کی کتاب موضوع اور مقصد کتاب سے
آنکھ چرا رہی ہو تو اس کا مطالعہ ترک کردیں۔ اپنے خیرخواہ اساتذہ اور علماء محققین سے
مشورہ لیتے رہیں تاکہ کتابوں کے انتخاب میں بے راہ روی کے نقصان سے محفوظ رہا
جاسکے۔

☆ مطالعہ کے لیے ایک نظام الاوقات بنایا جائے اور روزانہ پابندی کے ساتھ مطالعہ ہو، ایسا نہ ہو کہ ایک صفحہ آج اور پھر ایک ہفتے بعد اور نہ ہی ایسا ہو کہ پوری کتاب ایک دن میں ختم کردیں اور دوسرے دن ایک صفحے کی بھی توفیق نہ ہو۔ مغرب اور عشا کے بعد کا وقت مطالعہ کے لیے مفید ہے؛ لیکن عشا کے بعد مطالعہ اتنا طویل نہ ہو کہ سونے میں تاخیر ہوجائے، اسی طرح صبح کا مطالعہ بھی بے حد نفع بخش ہوتا ہے، لکھنے کے لیے بھی یہی اوقات زیادہ مناسب ہیں خاص کر صبح کا وقت۔

﴿املا﴾

املا کی درستگی کیسے ہو؟

(۱) شروع میں کم از کم ایک ماہ تک کسی کتاب سے روزانہ ایک صفحہ عبارت نقل کریں۔ (۲) اس کے بعد کسی استاذ یا کسی اچھے اردوداں ساتھی سے کہیں کہ وہ آپ کو املا لکھوائیں جس کا طریقہ یہ ہوگا کہ وہ کتاب میں کسی جگہ سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور آپ محض سن کر لکھیں اور لکھ کر ان کو دکھادیں، پھر جہاں وہ غلطیوں کی نشاندہی کریں ان کو ذہن نشیں کرلیں اور صحیح املا کو یاد رکھیں یہ مشق بھی کم سے کم مہینہ بھر جاری رکھیں۔

یاد رہے کہ کوئی بھی کام سیکھے بغیر نہیں آتا، خاص کر جبکہ اس کا تعلق پڑھائی لکھائی سے ہو؛ اس لیے املا کی درستگی کے بغیر اس میدان میں آگے بڑھنا رسوائی کو دعوت دینا ہے۔

بہت سے حساس طبیعت والے جب کسی کی تحریر میں املا کی خامی پاتے ہیں تو سر درد کی دوا کھاتے ہیں۔

(۳) درج ذیل چند باتوں کی طرف توجہ دلانا اہم ہے۔

☆ دوچشمی ہا (ھ) کی جگہ لٹکن والی ہا (ہ) اور لٹکن والی ہا (ہ) کی جگہ دوچشمی ہا (ھ) لکھنے سے گریز کریں۔ ’’ہے‘‘ کو ’’ھے‘‘ ’’انہیں‘‘ کو ’’انھیں‘‘ ’’پہلا‘‘ کو ’’پھلا‘‘ لکھنا املا کی خامی ہے۔

☆ الفاظ کا املا مشکل اور قدیم زمانے سے تعلق نہ رکھتا ہو؛ بلکہ انہیں جدید اور سہل املائی شکل دے کر لکھیں۔ ’’انکو، جنکو، اسکو، مولینا، پہنچینگے، جائینگے، جانکاری، قلمکاری‘‘ وغیرہ قدیم اور متروک املا کی شکل ہے۔ اب اس طرح لکھیں گے۔ ’’ان کو‘‘ ’’جن کو‘‘ ’’اس کو‘‘ ’’مولانا‘‘ ’’پہنچیں گے‘‘ ’’جائیں گے‘‘ ’’جان کاری‘‘ ’’قلم کاری‘‘

☆ کبھی بھی کچھ بھی لکھنے کے بعد ایک مرتبہ دھیان سے ضرور پڑھ لیں؛ خواہ آپ نے کسی قدر احتیاط سے لکھا ہو؛ کیوں کہ ایک چوک بھی آپ کی تحریر کا دھبہ بن سکتی ہے۔

☆ جس لفظ کا املا آپ کو معلوم نہ ہو اس کی جگہ فوراً دوسرا مترادف لفظ نہ

لکھیں؛ بلکہ لغت میں دیکھ کر اسی لفظ کا صحیح املا کاغذ کے حوالے کریں۔ مثلاً آپ کو ''زاہد'' لکھنا تھا؛ لیکن معلوم نہیں کہ ''زاہد'' ز سے ہے یا ذ سے؟ تو آپ یہ نہ سوچیں کہ چلو اس کی جگہ دوسرا لفظ متقی یا پرہیز گار لکھ کر آگے بڑھ جاتے ہیں؛ کیوں کہ ایسا کرنے سے آپ کا مضمون تو مکمل ہو جائے گا؛ لیکن ایک لفظ کے درست املا سے آپ ناواقف رہ جائیں گے۔

☆ بہت سے لوگ حرف ''ز'' اور ''ذ'' والے چند الفاظ کے املا میں غلطی کر جاتے ہیں؛ لہٰذا مولانا نور عالم خلیل امینی صاحب کی کتاب ''حرف شیریں'' سے بطور استفادہ چند سطور نقل کی جاتی ہیں۔

''فارسی کے پانچ مصادر ہیں: گذشتن، گذاشتن، گذاردن، پذیرفتن، گزاردن۔ شروع کے چاروں مصادر میں ''ذ'' ہے اور آخری مصدر میں ''ز'' ہے۔ اول الذکر چاروں مصادر سے جو الفاظ بنیں گے ان میں ''ذ'' ہی ہوگا۔

گذشتن، گذاشتن، گذاردن سے مثلاً مندرجۂ ذیل الفاظ بنتے ہیں:
گذشتہ، یارانِ گذشتہ، زمانۂ گذشتہ، سرگذشت، گذرگاہ، درگذر، راہ گذر، عمر گذراں، گذار، گذراں وغیرہ۔

چلنے، چھوڑنے اور پار کر دینے کے معنی میں تمام الفاظ گذاردن، گذاشتن اور گذشتن سے بنیں گے اور ''ذ'' سے لکھے جائیں گے،

بوئے گل رنگِ چمن اور یہ عمر گذراں
سب ٹھہر جائیں گے کوئی اسے روکے تو سہی

....

بیٹھے ہیں دل کو بیچنے والے ہزار ہا
گزری ہے اس کی راہ گذر پر لگی ہوئی

گزاردن ''ز'' والے کلمے سے جو الفاظ مشتق ہوں گے وہ ''ز'' ہی سے لکھے جائیں گے اس کے معنی پیش کرنا، ادا کرنا اور شرح کرنا کے ہیں، جیسے: گزارش، نماز گزار، خدمت گزار، مال گزار، مال گزاری، شکر گزار، عبادت گزار:

منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی
اپنا بیانِ حسنِ طبیعت نہیں مجھے

....

موجِ خوں سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے
آستانِ یار سے اٹھ جائیں کیا

....

اے شمع! تیری عمرِ طبیعی ہے ایک رات
ہنس کر گزار، یا اسے رو کر گزار دے

''پذیرفتن'' سے جو الفاظ آئیں گے ''ذ'' سے لکھے جائیں گے: پذیرائی، دل پذیر، خلل پذیر، اثر

پذیر، اختتام پذیر، پذیرفتہ وغیرہ‘‘

☆ جس لفظ کے آخر میں ہائے مختفی ہو جیسے ترانہ؛ بہت سے جملوں میں ایسا لفظ اس طرح مستعمل ہوتا ہے کہ قاری کے لیے ہائے مختفی کو ’’ے‘‘ سے بدل کر پڑھنا ضروری ہوتا ہے جیسے ’’ظفر نے کمپیوٹر کے شعبے میں داخلہ لیا ہے‘‘ پس ایسی صورت میں ’’ہ‘‘ کا ’’ے‘‘ سے بدل کر لکھنا بھی ضروری ہوگا؛ جیسا کہ مذکورہ جملے میں ’’شعبہ‘‘ کو شعبے لکھا گیا ہے۔

مولانا نور عالم خلیل امینی صاحب اپنی تصنیف ’’حرف شیریں‘‘ میں رقم طراز ہیں کہ ’’پہلے یہ (ہائے مختفی) ہر حال میں ’’ہ‘‘ ہی لکھی جاتی تھی، البتہ بولی ’’ے‘‘ سے جاتی تھی؛ لیکن اب تمام ماہرین املا کا اتفاق ہے کہ جس طرح بولی جاتی ہے اسی طرح لکھی جانی چاہیے۔ ہائے مختفی سے پہلے والے حرف پر عموماً زبر ہوتا ہے؛ جب ایسا لفظ محرف ہوتا ہے (یعنی جب اس کے بعد حرف جار آتا ہے یا اس کی جمع بنائی جاتی ہے یا دیگر صورتیں پیدا ہوتی ہیں) تو ہائے مختفی ’’ے‘‘ سے بدل جاتی ہے اور اس سے پہلے حرف کا زبر زیر (کسرۂ مجہول) سے بدل جاتا ہے۔ جیسے: پردہ، جلوہ، بندہ، عرصہ، مے خانہ، افسانہ، پیمانہ، غصہ، مدرسہ، پٹنہ، کلکتہ، غنچہ......کو پردے، جلوے، بندے، عرصے، مے خانے، افسانے، پیمانے، غصے، مدرسے، پٹنے، کلکتے، غنچے لکھا جائے گا‘‘

☆......لیے، دیے، کیے، جیے، چاہیے، لیجیے، کیجیے، اٹھیے، بیٹھیے، بولیے، تولیے وغیرہ

الفاظ جن میں ’’ے‘‘ سے پہلے والا حرف مکسور ہو بغیر ہمزہ کے لکھے جائیں گے؛ لیکن جائیے، کھائیے، آئیے، فرمائیے سوئیے وغیرہ الفاظ کو ’’ے‘‘ سے پہلے ہمزہ کے ساتھ ہی لکھیں گے؛ کیوں کہ یہ اصل حالت میں ہمزہ کے ساتھ ہیں۔

اور اگر ’’ے‘‘ سے پہلے والے حرف پر زبر ہو تو وہاں بھی ہمزہ کے ساتھ لکھیں گے۔ جیسے: گئے، گئی، نئے، نئی وغیرہ۔

غلط اور صحیح املا کا ایک نقشہ

غلط املا	صحیح املا	غلط املا	صحیح املا
گذارش	گزارش	گذشتہ	گزشتہ
لاپرواہ	لاپروا	محتاجگی	محتاجی
ناراضگی	ناراضی	مشکور	شکرگزار
بلکل	بالکل	مکتبۂ فکر	مکتبِ فکر
سوئم	سوم	فی الواقعہ	فی الواقع
دوئم	دوم	درستگی	درستی
حیرانگی	حیرانی	چوہدری	چودھری
بمع، بمعہ	مع	برائے مہربانی	براہ مہربانی

کاروائی	کارروائی	استعفیٰ (غلط العام)	استعفا
تنزلی	تنزل	جامعہ مسجد	جامع مسجد
غرضیکہ	غرض کہ	عرضیکہ	عرض کہ

رموز اوقاف

اب ہم ''رموز اوقاف'' کو جانیں گے اور ان کے مواقع کو پہچانیں گے، رموز اوقاف کا ذکر آتے ہی مجھے اپنے استاذ محترم مولانا فضیل احمد ناصری صاحب کی یہ بات یاد آتی ہے کہ ''محررین کی ایک بڑی جماعت رموز اوقاف کے تعلق سے افراط و تفریط میں مبتلا ہے، بہت سے قلم کار تو ایسے ہیں کہ مکمل تحریر میں رموز اوقاف کا کہیں پتا نہیں چلتا اور بہت سے مضمون نگاروں کی تحریروں میں الفاظ سے زیادہ رموز اوقاف کی ہی بھرمار ہوتی ہے''۔ لہذا یہاں بھی ''خیر الامور اوسطھا'' پر نظر رکھتے ہوئے درمیان کا پسندیدہ طرز اختیار کیا جائے کہ نہ رموز اوقاف سے قطعاً دامن چھڑایا جائے اور نہ ہی بے ضرورت جابجا ان کو چسپاں کیا جائے۔

آیئے چند ضروری رموز اوقاف کے محل استعمال کی پہچان کرتے چلیں۔

(۱) ختمہ ۔ Full stop

ختمہ کا استعمال جملے کے ختم پر کیا جاتا ہے، جہاں کوئی بات پوری ہو جائے؛ واضح رہے کہ عربی اور انگریزی زبانوں میں جملے کے ختم پر یہ علامت: یعنی ختمہ یا ''فُل اسٹاپ''، محض ایک نقطے کی شکل میں رائج ہے؛ جبکہ اردو میں اس نقطے کو تھوڑا کھینچ کر ''ڈیش'' کی طرح کر دیتے ہیں۔

مثال: دسترخوان بچھا دو، کھانا تیار ہے۔

(۲) سکتہ ، Comma

اس علامت پر بس نام کے لیے ٹھہرتے ہیں؛ یعنی قاری اس علامت پر اپنی آواز روکتا تو ہے؛ لیکن ٹھہرتا نہیں، اس علامت کی سب سے زیادہ ضرورت پڑتی ہے؛ کیوں کہ اس کا استعمال بہت سے مواقع پر ہوتا ہے: عطف والے لفظوں کے درمیان جیسے: ''ہمارا رہن سہن، بیٹھنا اٹھنا، کھانا پینا، سونا جاگنا اور ہر ہر عمل تعلیماتِ نبوی ﷺ کے مطابق ہونا چاہیے''۔

اسی طرح جہاں ایک جیسے بہت سے جملے جملہ بعد جملہ آئیں، وہاں بھی ہر جملے کے بعد سکتے کا نشان ہوگا۔ جیسے: ''میں روزانہ صبح سویرے اٹھتا ہوں، ورزش کرتا ہوں، نہاتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں، تھوڑی دیر باہر کھلی ہوا میں سیر کرتا ہوں اور پھر ناشتہ کرکے مدرسے کے لیے روانہ ہوتا ہوں''

شرط اور جزا کے درمیان بھی سکتے کی علامت ہوتی ہے۔ جیسے: ''اگر ہم آپ کا ارادہ پہچان لیتے، وفا کی امید نہ رکھتے۔

وقفہ ؛ Semecolon

یہ علامت اس جگہ آتی ہے جہاں قاری رکنے کے ساتھ سانس بھی لے سکے؛ لیکن زیادہ ٹھہراؤ نہ ہو؛ بلکہ سکتے کے بالمقابل کچھ زیادہ ہو بس۔

استعمال: (الف) چند لفظوں کے درمیان جب سکتے کی علامت موجود ہو تو جملے کے آخری جز سے قبل وقفے کی علامت کا استعمال ہوگا۔ جیسے: توریت، انجیل، زبور، قرآن؛ یہ چاروں آسمانی کتابیں ہیں۔

(ب) دو جملوں کے درمیان امتیاز پیدا کرنے کے لیے۔ جیسے: ہمارا طور طریقہ، رہن سہن، لباس وغیرہ؛ تمہارے طور طریقے، رہن سہن اور پہناوے سے جدا ہے۔

رابطہ : Colon

رابطے کا استعمال کسی دوسرے کی بات کو نقل کرتے وقت، جملے کی تفصیل سے قبل اور مفصل کے اجمال سے قبل کرتے ہیں۔

مثال: بزرگوں کا قول ہے: ''لالچ بری بلا ہے''

کیا یہی ہے دل لگی: آئے، بیٹھے؛ چل دیے۔

مجھے معلوم ہے تمہاری صحت کا راز کیا ہے: ورزش۔

سوالیہ نشان ؟ Sign of interogation

جس جملے کے ذریعے سوال کیا جائے اس کے آخر میں سوالیہ نشان لگاتے ہیں جیسے: کیا مسجد کے امام صاحب گھر گئے ہیں؟ آپ کشن گنج کے رہنے والے ہیں؟ آپ کا نام کیا ہے؟

ندائیہ/فجائیہ !

جب کسی لفظ یا جملے کے ذریعے کسی کو مخاطب کیا جائے تو آخر میں اس علامت کا استعمال کریں گے۔ جیسے: بزرگو! حضرات! یہی تو مشکل ہے یارو!

اسی طرح اس علامت کو ایسے جملوں یا لفظوں کے بعد بھی لاتے ہیں جن سے حقارت، نفرت، خوشی، ناراضی اور تعجب جیسے جذبات کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ جیسے: سبحان اللہ! واہ کیا کہنے! بہت خوب! افسوس صد افسوس!

خط _ Dash

اس علامت کو جملۂ معترضہ کے دونوں سروں پر رکھتے ہیں۔ جیسے: میں یہ کہہ رہا تھا_ اگرچہ میری بات سے آپ کو اتفاق نہ ہو_ کہ سیاسی پارٹیاں سب ایک جیسی ہوتی ہیں۔

واوین ” “ Inverted Commas

(الف) کسی مضمون اور تحریر کا اقتباس نقل کرتے وقت یا ہو بہو کسی کا قول نقل کرتے وقت اس کے شروع اور آخر میں واوین کی علامت دیتے ہیں۔ جیسے: علامہ اقبال مرحوم_ جبکہ ان سے سوال کیا گیا کہ دیوبندی کیا کوئی فرقہ ہے؟_ تو انہوں نے جواب دیا کہ ”نہیں! ہر معقولیت پسند دین دار کا نام دیوبندی ہے“

(ب) اسی طرح کسی خاص اصطلاح یا اشیائے معینہ کے ناموں کو بھی واوین کے مابین لکھتے ہیں۔ جیسے ”شرح النظائر“ ”الاشباہ والنظائر“ کی اردو شرح ہے۔ ”السعایۃ“ ہدایہ آخرین“ کا اردو نوٹ ہے۔ ”نظامِ نظامت“ دینی جلسوں و دینی کانفرنسوں کی نظامت (اناؤنسری) سیکھنے کے لیے مفید کتاب ہے۔

قوسین ( ) [ ] Brackets

جملۂ معترضہ کو اور اسی طرح مضمون سے الگ کسی وضاحت افشاں عبارت یا جملے کو قوسین کے مابین لکھتے ہیں۔ جیسے: دیوبند (ضلع سہارنپور کا ایک شہر) علم وادب کی رو سے ساری دنیا میں مشہور ہے۔

ابن صفی (معروف ناول نگار) کا نام اردو ادب نوازوں میں فخر سے لیا جاتا ہے۔

مشق مضمون نگاری

اس سے پہلے کہ قواعد وانشا کی بحث شروع کی جائے، ہم چاہتے ہیں کہ آپ ابھی سے مضمون نگاری کی مشق کا آغاز کردیں تاکہ منزل قریب اور راہیں آسان ہو جائیں: تو لیجیے ذیل میں دیے گئے مشق کے چند طریقوں کو ذہن نشیں کرکے قلم پکڑنے کی ابتدا کیجیے۔

مشق کا پہلا طریقہ: جس عنوان پر آپ کو لکھنا ہے اس عنوان کی کوئی کتاب یا چند مضامین اپنے سامنے رکھ لیں اور مطالعہ شروع کردیں، دوران مطالعہ اہم باتوں پر کچی پنسل سے خط کھینچتے رہیں، خط کشیدہ سطور میں مکمل پیراگراف ہونا چاہیے؛ یعنی بات ادھوری اور ناقص نہ معلوم پڑتی ہو، درمیان میں کوئی ناآشنا لفظ آجائے تو اسی وقت لغت اٹھا کر اس کا معنی دیکھ لیں، مطالعہ مکمل کرنے کے بعد تمام خط کشیدہ پیراگرافوں کو اپنے طور پر ایک نئی ترتیب کے ساتھ اپنی کاپی پر نقل کرلیں؛ اس کا اہتمام ضروری ہے کہ آپ کے ذریعے دی گئی جملوں کی ترتیب سے مضمون کا تسلسل ختم نہ ہونے پائے اور نہ کہیں مضمون کے موضوع میں تبدیلی واقع ہو۔

مشق کے اس پہلے اسٹیج کے تئیں آپ کو صرف اتنا کرنا ہے کہ لکھے لکھائے مضمون سے چند پیراگرافوں کا انتخاب کرکے ان کو اپنی ترتیب کے مطابق اس طور پر نقل کرنا ہے کہ

نہ کہیں بات بدلتی دکھائی دے اور نہ تسلسل بھکے۔ مشق کے اس طریقے پر کم از کم چار
پانچ مضامین ترتیب دیجیے۔

مشق کا دوسرا مرحلہ: دورانِ مطالعہ چند پیراگرافوں کا انتخاب کرلیں اور ان پر کچی
پنسل سے خط کھینچ دیں، اس کے بعد اپنے طور پر ترتیب دے کر الفاظ کے ردوبدل کے
ساتھ مترادف الفاظ لاکر نقل کریں۔ مثلاً:

اصل پیراگراف: ''بعض ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جو ماضی اور حال سے زیادہ مستقبل
پر نظر رکھتی ہیں، نظیرا کبرآبادی کا شمار ایسی ہی ہستیوں میں ہوتا ہے، یہ ایسے شاعر ہیں
جنھوں نے عوامی جذبات، احساسات اور خیالات عوامی زبان میں نظم کیے''

الفاظ کے ردوبدل کے ساتھ: ''بہت سی شخصیات ماضی اور حال سے بڑھ کر مستقبل
پر نگاہ رکھتی ہیں، نظیرا کبرآبادی کا شمار ان ہی شخصیات میں ہوتا ہے، وہ ایسے شاعر ہیں
جنھوں نے عوامی افکار و جذبات اور احساسات کو ان ہی کی زبان میں نظم کیا''

ہدایت: مشق کا یہ طریقہ بھی آٹھ دس دن تک جاری رکھیں۔

مشق کا تیسرا مرحلہ: گزشتہ طریقے کو ہی دہرائیں گے؛ لیکن یہاں محض الفاظ میں
نہیں؛ بلکہ پیراگرافوں کے جملوں میں بھی تبدیلی کریں گے۔
مثلاً گزشتہ پیراگراف کو ہی اب جملوں کی ترمیم کے ساتھ نقل کرتے ہیں ''بہت سی بلند

شخصیات حال و گزشتہ سے کہیں زیادہ آئندہ وقت کی فکر کرتی ہیں، نظیرا کبرآبادی ان
ہی میں سے ایک ہیں، وہ ایسے شاعر ہیں جنھوں نے عام آدمی کے جذبات و خیالات
اور تفکرات کو اپنی شاعری کے ذریعے اسی کی زبان میں پیش کیا ہے''

ہدایت: مشق کے اس سلسلے کو بھی ہفتہ بھر جاری رکھیں۔

مشق کا چوتھا مرحلہ: کسی بھی مضمون کو کم از کم تین مرتبہ سراپا آنکھ بن کر پڑھیے،
درمیان میں جو نئے الفاظ ملیں، ساتھ ساتھ لغت میں ان کے معانی دیکھئے، جب
مضمون پڑھا ہو جائے تو اپنے ذہن میں اس کا ایک خلاصہ تیار کیجیے اور سوچئے کہ لکھنے
والے نے اپنی تحریر میں کیا پیغام دیا ہے، اس تحریر میں اور کیا کیا باتیں آنی چاہیے تھیں،
جو نہ آسکیں؛ لہذا اپنے ذہن میں اسی عنوان پر ایک خاکہ تیار کر کے اس کو اپنے طور پر
اپنے الفاظ اور جملوں میں لکھنا شروع کر دیجیے۔

☆ پہلی مرتبہ جو ذہن میں آئے لکھتے جائیے، عمدہ الفاظ اور خوب صورت جملوں کے
چکر میں ہنوز مت پڑیے۔

☆ یہ سچ ہے کہ ہر لفظ کے بعد آپ کا قلم رکے گا، ہر جملے کے بعد آپ کو سوچنا پڑے گا
اور ہر سطر کے بعد آپ کی ہمت جواب دیا چاہے گی؛ لیکن آپ کو قلم کاپی سمیٹ کر رکھنے
کی ضرورت نہیں؛ بلکہ جب لکھنے کا ارادہ کرلیا ہے تو لکھنا ہی ہے، خواہ کتنا ہی وقت

لگے، آہستہ آہستہ الفاظ کی آمد میں اضافہ ہوتا جائے گا اور جملوں کا بنانا سہل معلوم ہوگا پھر آپ جس ایک صفحے کو ایک گھنٹے میں لکھتے تھے چند منٹوں میں لکھنے لگیں گے۔

☆ مضمون کو مکمل کرنے کے بعد ایک دو مرتبہ خود اصلاح کی نظر سے پڑھیے اور ایک ایک جملے پر غور کیجیے، جہاں جو لفظ بدلنے کے قابل ہو بدل ڈالیے، جو باتیں عنوان سے الگ ہوں قلم زد کر دیجیے اور جس قدر ہو سکے اپنے اعتبار سے اپنی تحریر کو سنوارنے کی کوشش کیجیے، اس کے بعد اس کو دوسری جگہ صاف صاف نقل کر کے اپنے کسی قلم کار استاذ سے اصلاح کرائیے، پھر جہاں استاذ نشان دہی کرے وہاں غور کیجیے کہ کیا خامی تھی اور کیسے درست ہوئی؟۔

ہدایت: مشق کے اس سلسلے میں استاذ سے اصلاح کرانے کا عمل اس وقت تک جاری رکھیں جب تک کہ خود آپ کی اصلاح آپ کی تحریر کو کافی نہ ہو جائے۔

تحریر کا سلیقہ

تحریروں کی مختلف اقسام ہیں مثلاً مضمون، رپورٹ، خط، درخواست اور تقریر وغیرہ۔ ہر طرح کی تحریر کو لکھنے کا انداز مختلف ہوتا ہے؛ کیوں کہ ہر تحریر کا مقصد جدا ہوتا ہے، آپ کا اندازِ تحریر ایسا ہونا چاہیے کہ آپ کا مقصد پوری طرح حاصل ہو جائے، درج ذیل ہدایات کو مدنظر رکھ کر اچھی تحریریں لکھی جا سکتی ہیں۔

(۱) لکھنے کے مقصد سے واقفیت:

لکھنے سے پہلے سوچیں کہ آپ کیوں لکھ رہے ہیں؟ مضامین یا ''اسائنمنٹ'' میں آپ کا مقصد ہے حقائق اور معلومات کی فراہمی اور ان کی بنیاد پر نتائج اخذ کرنا۔ دوران تحریر اپنا مقصد ہمیشہ ذہن نشیں رکھیں اور اپنے اصل موضوع سے دور نہ جائیں۔

(۲) اندازِ تحریر کا انتخاب

دوران گفتگو ہم اپنے الفاظ اور خیالات کا انتخاب موقع محل کی مناسبت اور اپنے سامعین کی مطابقت سے کرتے ہیں، ہمارا اپنے مینیجر یا استاذ سے گفتگو کا اسلوب دوستوں کے ساتھ گفتگو کے انداز سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ مختلف لوگوں سے ہم مختلف طرح سے بات کرتے ہیں۔ اسی طرح اچھی تحریر کے لیے بھی ضروری ہے کہ ہم یہی روش اپنائیں، لکھنے کا طریقہ ایسا ہو کہ جن قارئین کے لیے آپ لکھ رہے ہیں وہ آسانی سے پڑھ کر سمجھ سکیں اور مقصد تحریر کو بخوبی جان سکیں۔

منصوبہ کے ساتھ لکھنے کی ابتدا:

اکثر لوگ بغیر منصوبہ بندی کے لکھنا شروع کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے تحریر بے ترتیب ہو جاتی ہے، مضمون کا تسلسل اور خیالات کا ربط باقی نہیں رہ پاتا۔ یاد رہے

کہ اگر آپ کوئی مضمون یا مختصر اخباری رپورٹ لکھنے جا رہے ہیں تو ایک واضح منصوبہ اور اس منصوبے کے تحت بنا ہوا ایک مکمل خاکہ ہی ایک کامیاب اور پُر اثر تحریر کے لیے مددگار ثابت ہوگا۔

قاری کے لیے لکھیں، اپنے لیے نہیں:

آپ کا لکھنے کا مقصد اپنی تجاویز اور معلومات دوسروں تک پہنچانا ہے، ہر لفظ اور جملہ لکھتے ہوئے یہ مقصد آپ کے ذہن میں رہنا چاہیے، اپنے آپ سے سوال کیجیے کہ جو کچھ لکھ رہا ہوں وہ کس قاری کے لیے ہے؟ آپ کو پتا ہے کہ جو آپ لکھ رہے ہیں؛ کیوں اور کس لیے لکھ رہے ہیں، ورنہ آپ بآسانی مقصد سے بھٹک سکتے ہیں۔ بعض اوقات آپ قاری کو بالکل بھول کر اپنے لیے لکھنا شروع کر دیتے ہیں اس طرح نہ صرف آپ کا وقت ضائع ہوتا ہے؛ بلکہ آپ دوسروں کا بھی وقت ضائع کر رہے ہوتے ہیں۔

قاری کی رہنمائی:

آپ کا کام پڑھنے والوں کی مدد کرنا ہے تاکہ وہ آپ کے پیغام کو پڑھ کر سمجھ سکیں اور آپ کی تحریر انہیں کسی نیک عمل پر آمدہ کرے، وہ آپ کی تحریر پڑھ کر اپنی معلومات میں اضافہ کریں یا آپ کی تحریر ان کی ذہنی تسکین کا ذریعہ بنے۔ قاری آپ کی تحریر کو

مکمل طور پر سمجھ جائے، ایک فقرے کا دوسرے فقرے سے اور ایک پیراگراف کا دوسرے پیراگراف سے مربوط ہونا بہت ضروری ہے، یہ ربط تحریر میں روانی لاتا ہے اور قاری کے لیے سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ تحریروں کی اصل غرض یہ ہے کہ وہ عام فہم ہوں، اپنے مقاصد کو ظاہر کریں اور لکھنے والے کا پیغام قاری تک پہنچائیں۔

مترادف، اشتقاق اور اصطلاح

اب آیئے! درست تحریر کی منزل تک پہنچنے کے لیے "قواعد" کی راہوں کے مسافر بن جاتے ہیں۔

یہ تو آپ بھی جانتے ہوں گے کہ حروف باہم ملیں تو الفاظ بنتے ہیں اور الفاظ ایک دوسرے سے مل کر جملے وجود میں آتے ہیں، یہی جملے جب ایک ہی موضوع کے تحت پے بہ پے ترتیب دے کر دائرۂ تحریر میں قید کر لیے جاتے ہیں تو انہیں مضمون کا نام دے دیا جاتا ہے۔

ہم ان الفاظ کے ذریعے ہی جملے ترتیب دے سکتے ہیں جن کے معانی ہمیں معلوم ہوں، کسی بھی لفظ کے معنی معلوم کرنے کے تین طریقے ہیں (۱) مترادف الفاظ کے ذریعے (۲) اشتقاق کے ذریعے (۳) اصطلاح یا تشریح کے ذریعے۔

مترادف: ایک جیسے معنی رکھنے والے الفاظ مترادف کہلاتے ہیں۔ جیسے: آہن، فولاد،

حدید، لوہا۔

نوٹ: کبھی کبھی دو مترادف لفظوں کے معنی میں ذرا سا فرق ہوتا ہے جیسے دھوکا اور فریب، دھوکا وہ عمل ہے جو ظاہری طور پر ہو اور فریب یعنی اس طرح دھوکا دینا کہ دھوکا کھانے والے کو اس کی نیت کا پتا نہ چل سکے۔

اسی طرح مرتبہ اور درجہ: مرتبہ بڑوں کے لیے اور درجہ چھوٹوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

اشتقاقی معنی: مرکب و مشتق لفظوں کو الگ الگ کرنے سے بھی ان کے معنی معلوم ہو جاتے ہیں جیسے: قبرستان (قبر) گڑھا (ستان) جگہ

عالم الغیب (عالم) جاننے والا (غیب) چھپی ہوئی چیز

ہم جنس الفاظ

وہ الفاظ جو شکل کے اعتبار سے ایک جیسے ہوں مگر اعراب و معانی کا فرق رکھتے ہوں جیسے: گُل (پھول) اور گِل (مٹی)

دَر (دروازہ) دُر (موتی)

مُشک (خوشبودار چیز) مَشک (پانی بھرنے کی کھال)

دَم (سانس) دُم (پونچھ)

ان الفاظ کو صحیح پڑھنے کے لیے موقع و محل کی مناسبت اور مضمون کے تسلسل کا خیال کرنا

پڑتا ہے۔ جیسے ''خار و گل'' خار کے معنی کانٹے کے ہیں اور معلوم ہے کہ کانٹے کے ساتھ پھول کا ہی تذکرہ ہوتا ہے؛ لہٰذا یہاں لفظ گل کو ضمہ کے ساتھ ہی پڑھیں گے، گِل کسرہ کے ساتھ نہیں؛ کیوں کہ گِل کے معنی مٹی کے ہیں۔

مشترک الفاظ: ایک ہی لفظ کے چند معانی ہوں تو اس کو مشترک کہیں گے۔ جیسے خواجہ مشترک لفظ ہے جس کے ایک سے زائد معانی ہیں مالک خانہ، مالدار، صاحب اور حاکم وغیرہ۔

متضاد الفاظ: یعنی وہ الفاظ جو ایک دوسرے کی ضد ہوں جیسے نیک اور بد، آغاز اور انجام یہاں نیک اور بد ایک دوسرے کی ضد ہے اسی طرح آغاز انجام کی اور انجام آغاز کی ضد ہے۔

متضاد الفاظ کی دو قسمیں ہیں (ا) وہ متضاد الفاظ جن کے لیے اضداد مقرر ہوں جیسے مندرجۂ ذیل الفاظ۔

الف

امانت	خیانت	آگ	پانی
آمد	خرچ	آسمان	زمین
آباد	ویران	ابتدا	انتہا

امیر	غریب	ابن	بنت
ادنیٰ	اعلیٰ	ارض	سماء
اول	آخر	بحر	بر
باپ	ماں	بیٹا	بیٹی
باقی	فانی	برف	آگ
پس	پیش	پکا	کچا
پَل	گھنٹہ	پاک	پلید
پدر	مادر	تقدیم	تاخیر
تنہا	مجمع	تعب	نشاط
تفصیل	اجمال	دوست	دشمن
بہشت	دوزخ	حرام	حلال
جاہل	عالم	طلوع	غروب
حقیقی	مجازی	جزو	کُل
جدید	قدیم	خاص	عام
خوشبو	بدبو	خوشی	غمی

خیر	شر	تعریف	توہین
سخت	نرم	جزا	سزا
صحیح	غلط	سخی	بخیل
سود	زیاں	حق	باطل
خشک	تر	دن	رات
روز	شب	روشنی	تاریکی
صدق	کذب	سچ	جھوٹ
گرمی	سردی	سفید	سیاہ
قریب	بعید	عیب	ہنر
فربہ	لاغر	موٹا	پتلا
موجود	معدوم	نفع	نقصان
نشیب	فراز	اونچا	نیچا
کمال	زوال	گُل	خار

فائدہ:۔فصاحت و بلاغت کا تقاضا ہے کہ جہاں دو متضاد الفاظ بیان کرنے ہوں تو وہاں ایک کے مقابلے میں دوسرا متضاد لفظ اسی زبان کا ہوگا؛ یعنی اضداد کا ذکر کرتے

ہوئے دونوں طرف ایک ہی زبان کے الفاظ ہوں یا ایک زبان کے نہ ہوں تو ان کا استعمال ایک ساتھ ہوتا آیا ہو۔ جیسے قریب کی ضد بعید ہوگی نہ کہ دور؛ حالانکہ بعید اور دور کا ایک ہی معنی ہے۔ اسی طرح نفع کی ضد نقصان لائیں گے نہ کہ زیاں۔

متضاد الفاظ کی دوسری قسم وہ الفاظ جو حروف نفی کے ذریعے متضاد بنائے گئے ہوں؛ خواہ ان کے لیے پہلے سے اضداد مقرر ہوں یا نہ ہوں۔

حروفِ نفی: اَ اَن ن نا بے لا غیر عدم وغیرہ

مثال

ا	مر	امر	جو مر گیا وہ امر ہو گیا۔
ا	تھاہ	اتھاہ	کنویں کی تھاہ کا مینڈک، اتھاہ سمندر کا خواب۔
ان	ہونی	اَن ہونی	ہونی کو کون ٹال سکتا ہے۔
اَن	بَن	اَن بن	میری اس سے اَن بن ہوگئی یعنی بات بگڑ گئی۔
ن	دارد	ندارد	اس کے پاس بہت مال و زر ہے؛ لیکن علم ندارد
نا	قابل	نا قابل	ہمیں قابل آدمی کی تلاش تھی؛ تم جیسے نا قابل کی نہیں۔
بے	شمار	بے شمار	میری لغزشوں کا شمار ہے، اس کی رحمتیں بے شمار ہیں۔
لا	علم	لاعلم	علم سیکھو، لاعلم نہ رہو

غیر	معمولی	غیر معمولی	معمولی سی بات پر غیر معمولی بحث کیوں؟
عدم	تحفظ	عدم تحفظ	پولیس پر قیدیوں کے عدم تحفظ کا الزام۔

فائدہ:۔ جس لفظ کے ساتھ جس حرف نفی کا استعمال ہوتا آیا ہے؛ اسی کا استعمال کریں گے: مثلاً لائق کے ساتھ ''نا'' حرف نفی کا ہی استعمال ہوتا ہے تو ''لائق'' کا متضاد ''نالائق'' ہی لائیں گے ''بے لائق'' یا ''اَن لائق'' کا استعمال غلط ہوگا۔ پس یہاں بھی زبان کا اعتبار ہوگا کہ جس زبان کا لفظ ہے اسی زبان کے حرف نفی کے ذریعے متضاد بنائیں گے۔

اسم، فعل، حرف

گزشتہ اسباق میں آپ معلوم کر چکے کہ ایک مضمون بہت سے جملوں کا مجموعہ ہوتا ہے اور ایک جملہ چند الفاظ کے ذریعہ ترتیب پاتا ہے؛ چنانچہ جاننا چاہیے کہ جملہ جن لفظوں سے بنتا ہے ان کی تین قسمیں ہیں (۱) اسم (۲) فعل (۳) حرف۔

اسم:۔ وہ لفظ جس سے کسی جنس، نوع، آدمی، جانور، جگہ، مکان، شہر وغیرہ کا نام معلوم ہو۔ جیسے انسان، مرد، گھوڑا، ظفر، دہلی، تاج محل، کشن گنج وغیرہ۔

فعل:۔ وہ لفظ جس سے کسی کام کا پتا چلے جیسے: کھایا، کھاتا ہے، کھائے گا، آیا، گیا، بیٹھا، پڑھا وغیرہ۔

حرف :۔ جس کے معنیٰ سے نہ کسی نام کا پتا چلے اور نہ کسی کام کا علم ہو؛ بلکہ حرف وہ ہے جو ناقص معنی رکھتا ہو اور کسی دوسرے لفظ کے ساتھ ملے بغیر مکمل معنی نہ بتا سکتا ہو۔ جیسے ’’سے، کے، کا، کی، نے‘‘ وغیرہ۔

ہم جملے بنانے کے لیے اسم، فعل اور حرف کا ہی سہارا لیتے ہیں: جیسے ظفر نے سبق یاد کیا۔ اس جملے میں ’’ظفر‘‘ اسم، ’’نے‘‘ حرف، ’’سبق‘‘ اسم اور ’’یاد کیا‘‘ فعل ہے۔
معلوم رہے کہ اردو زبان میں بہت سے الفاظ کبھی اسم، کبھی فعل اور کبھی حرف کے طور پر بھی استعمال کر لیے جاتے ہیں۔ جیسے: ’’تنویر نے اچھا کام کیا‘‘ اس جملے میں لفظ ’’اچھا‘‘ صفت ہے۔ اور ’’اچھا دوست صحیح بات بتاتا ہے‘‘ اس جملے میں ’’اچھا‘‘ اسم ہے۔ اسی طرح ’’توفیق نے دعا کی‘‘ اور توقیر کی کتاب مکمل ہوگئی‘‘ پہلے جملے میں لفظ ’’کی‘‘ فعل ہے اور دوسرے میں حرف۔

اسم ظرف

ظرف زمان :۔ بہت سے الفاظ سے زمانے کی تعیین ہوتی ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ جملے میں کس وقت، کس دن اور کس زمانے کی خبر ہے۔ مثلاً ’’زاہد دہلی گیا تھا‘‘ اس جملے میں مذکور لفظ ’’تھا‘‘ سے ہمیں گزشتہ وقت کی دوری کا اندازہ ہوگیا کہ زاہد کو دہلی گئے ہوئے طویل عرصہ گزر چکا۔ دوسری مثال ’’زید آیا؛ اس کے بعد عمر آیا‘‘ اس

جملے میں جہاں زید و عمر کے ماضی میں آنے کا ذکر ہے وہیں لفظ ’’بعد‘‘ کے ذریعے عمر کا زید کے بعد آنا معلوم ہوا۔

دریائے گردشِ ایام کی موجوں نے انسان کو تین زمانوں کی طغیانی کا پتا دیا ہے (۱) ماضی (گزرا ہوا وقت یا زمانہ) (۲) حال (موجودہ زمانہ) (۳) مستقبل (آئندہ زمانہ)

جان لیجیے کہ ماضی چھ طرح کا ہوتا ہے (۱) ماضی مطلق جیسے: مظہر آیا۔ (۲) ماضی قریب یعنی جس سے گزرے ہوئے زمانے کی نزدیکی کا پتا چلے، جیسے اباجی سیب لائے ہیں۔ (۳) ماضی بعید یعنی جو گزرے ہوئے زمانے کی درازیِ مدت کی خبر دے۔ جیسے: راغب بیٹھا تھا۔ (۴) ماضی استمراری یعنی جس سے ماضی میں کسی کام کے بار بار کرنے کی وضاحت ہو، جیسے: فیروز اسکول جاتا تھا۔ (۵) ماضی احتمالی: جس جملے سے ماضی کے ہوئے عمل میں احتمال اور شک معلوم ہوتا ہو۔ جیسے: شاید کہ امیر حسن چلا گیا۔ یا۔ کاش کہ وہ جاگ گیا ہوتا!!۔

ان کے علاوہ راقم الحروف کے نزدیک ماضی کی ایک اور قسم ہے ’’ماضی متعین‘‘ یعنی جس میں گزشتہ زمانے کے کسی حصے کو متعین کر کے ذکر کیا جائے۔ جیسے: زید کل ہی آیا ہے، میں تھوڑی دیر پہلے آیا، تم ابھی کیا کھا رہے تھے؟ تم سنیچر کے روز کہاں گئے تھے؟

زمانۂ حال وزمانۂ مستقبل میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں (۱) حال مطلق۔ جیسے: تم کیا کررہے ہو؟ (۲) حال متعین۔ جیسے: میں ابھی اسکول جارہا ہوں۔

(۱) مستقبل مطلق۔ جیسے: میں دہلی جاؤں گا۔ (۲) مستقبل متعین۔ جیسے: میں صبح دہلی جاؤں گا۔

ظرف کی دوسری قسم ''ظرف مکان'' ہے۔ ہر جاندار کے رہنے کا ایک ٹھکانہ اور ہر سامان کے رکھنے کی ایک جگہ مقرر ہے جس کو ہم کسی نہ کسی نام سے جانتے ہیں؛ جیسے: آدمی کے لیے گھر اور گھوڑے کے لیے اصطبل۔ اسی کو ظرف مکان کہتے ہیں۔ اگر ہمیں یہ معلوم نہ ہو کہ کس کے لیے کیا ظرف مکان ہے تو بہت سی جگہ غلطی کر بیٹھیں گے۔ مثلاً ''شیر اپنے اصطبل میں سو رہا تھا'' یہاں شیر کے لیے ظرف مکان اصطبل غلط ہے، شیر کے رہنے کی جگہ کو اصطبل نہیں؛ بلکہ ماند کہتے ہیں۔

ذیل میں چند ظروف مکان بتائے گئے ہیں۔

آدمی کے لیے	مکان، گھر
بادشاہ کے لیے	محل، قصر
شیر کے لیے	ماند، کچھار
ریچھ کے لیے	بھٹ

گائے، بیل کے لیے	گئوشالہ
سودا، سامان کے لیے	بازار، دکان
پاگل، مجنون کے لیے	پاگل خانہ
پانی کے لیے	پنگھٹ، ٹنکی، لوٹا
پرندہ کے لیے	آشیانہ
پیرومرشد کے لیے	خانقاہ
دریائی جہاز کے لیے	بندرگاہ
چوہا اور سانپ کے لیے	بِل
ٹرین کے لیے	اسٹیشن
شکار کے لیے	شکارگاہ
فوج کے لیے	چھاؤنی
غلہ کے لیے	منڈی
قیدی کے لیے	جیل
کتاب کے لیے	کتب خانہ، لائبریری
موٹر، گاڑی کے لیے	گیراج
ہوئی جہاز کے لئے	ہوائی اڈہ، ایئرپورٹ

تذ کیر وتا نیث

اسم یا تو مذکر ہوتا ہے یا مؤنث ؛لیکن اسمِ صفت جیسے : اچھا، بہتر، کچھ، ایسا وغیرہ نہ مذکر ہوتا ہے نہ مؤنث ۔ بلکہ اسم صفت مذکر کے تابع ہوتو مذکر اور مؤنث کے تابع ہوتو مؤنث ہوگا۔

مذکر کی دو قسمیں ہے (۱) مذکر حقیقی ؛ یعنی جس کے مقابلے میں کوئی جاندار مؤنث آئے۔ جیسے : مرد، شیر، گھوڑا، بھیڑیا وغیرہ۔ (۲) مذکر غیر حقیقی : یعنی جس کے مقابلے میں کوئی ذی روح مؤنث موجود نہ ہو۔ جیسے :قلم، کپڑا، دروازہ، پنکھا وغیرہ۔

اسی طرح مؤنث کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) مؤنث حقیقی : جس کے مقابل کوئی جاندار مذکر ہو۔ جیسے عورت، گھوڑی، بکری وغیرہ۔ (۲) مؤنث غیر حقیقی : جس کے مقابلے میں کوئی جاندار مذکر نہ ہو۔ جیسے : کاپی، کتاب، الماری وغیرہ۔

جان لینا چاہیے کہ بعض اسماء مذکر بھی استعمال ہوتے ہیں اور مؤنث بھی ان کو جنس عام کہتے ہیں ۔ جیسے :فکر، بلبل، سانس، املا وغیرہ۔

تذکیر وتانیث کی شناخت کے لیے چند قواعد ہیں ؛ تاہم یہ بات ذہن نشیں رہے کہ الفاظ کو ان کے قواعد سے پہچاننا، لکھنا اور صحیح بولنا مشکل ہے، ان کو کثرت استعمال اور مطالعے سے درست کیا جاسکتا ہے۔

مذکر کی پہچان :۔ (الف) جن الفاظ کے آخر میں دان، داں، بان، مان، بند، آب، تاب، سار، زار، ستان، وغیرہ ہوں وہ مذکر ہوتے ہیں ۔ جیسے : خاندان، قلم دان، بادبان، پانچواں، سامان، ارمان، گلزار، بازار، قبرستان وغیرہ۔

(ب) جن الفاظ کے آخر میں الف ۔یا۔ واؤ ہو۔ جیسے :صحرا، دریا، باجا، لٹو، الو، کدو وغیرہ۔لیکن بعض الفاظ جن کے آخر میں الف ہوتا ہے مؤنث ہوتے ہیں ۔ جیسے : قضا، سزا، فضا، غذا دوا وغیرہ۔

(ج) دنوں، مہینوں، شہروں، ملکوں، پہاڑوں اور دریاؤں کے نام مذکر ہوتے ہیں ۔ جیسے : جمعہ، محرم، مکہ، سعودیہ عربیہ، ہمالیہ وغیرہ۔

(د) جن الفاظ کے آخر میں پا/ پن لگا ہوا ہو وہ بھی مذکر ہوتے ہیں ۔ جیسے لڑکپن، بچپن، سراپا، بڑھاپا وغیرہ۔

(ر) جس لفظ کے آخر میں ہا ساکن ما قبل مفتوح ہو مذکر ہوگا۔ جیسے :تحفہ، سلسلہ وغیرہ۔

مؤنث کی پہچان :۔ (الف) جن الفاظ کے آخر میں ’’ی‘‘ (یائے نسبتی کے علاوہ) وٹ، ہٹ اور تا ساکن ما قبل متحرک ہو وہ مؤنث ہوں گے ۔ جیسے : روٹی، بوٹی، کاپی، چھری، چوکھٹ، بناوٹ، گراوٹ، رکاوٹ، آہٹ، گھبراہٹ، الفت، محبت، عبادت، شرافت وغیرہ۔لیکن یاد رہے کہ پانی، موتی، گھی، ہاتھی، دہی وغیرہ الفاظ مذکر ہیں ۔

اسی طرح جس لفظ کے آخر میں یائے نسبتی ہو وہ بھی مذکر ہوگا۔ جیسے: دہلوی، کشن گنجوی، صدیقی، قاسمی، ندوی، مسعودی وغیرہ۔

فائدہ:۔ یائے نسبتی اس ''ی'' کو کہتے ہیں جس کے ذریعے کسی جگہ، شخصیت، قبیلہ، خاندان، ادارہ وغیرہ کی طرف نسبت کی جائے۔ جیسے منگلوری: منگلور کا رہنے والا۔

(ب) جن الفاظ کے آخر میں ''س'' ''ش'' یا حاصل مصدر کا ''ن'' ہو وہ بھی مؤنث ہیں۔ جیسے: پیاس، مٹھاس، کھٹاس، رہائش، ستائش، خراش، الجھن، دھڑکن وغیرہ۔

فائدہ: یہاں حاصل مصدر سے مراد اردو کا حاصل مصدر ہے جو اردو کے مصدر کے آخر سے الف کو گرا کر بنایا جاتا ہے۔ جیسے: الجھنا مصدر سے ''الجھن'' دھڑکنا مصدر سے ''دھڑکن''

(ج) جن الفاظ کے آخر میں ''کار'' یا ''ک'' لگا ہو وہ بھی مؤنث ہوتے ہیں۔ جیسے دھتکار، سرکار، بیٹھک وغیرہ؛ لیکن کاشت کار، رضا کار، صنعت کار وغیرہ مذکر ہیں۔

(د) جن لفظوں کے آخر میں ''گاہ'' یا ''قاہ'' لگا ہو مؤنث ہوں گے۔ جیسے: درسگاہ، درگاہ، خانقاہ وغیرہ۔

(ر) تفعیل کے وزن پر جو لفظ ہو مؤنث ہے۔ جیسے: تصویر، تحریک، تحقیق، تصنیف وغیرہ؛ لیکن تعویذ مذکر ہے۔

مشق

اب ذیل میں مذکر و مؤنث الفاظ کو الگ الگ ''باکس'' میں ذکر کیا جاتا ہے، آپ کا کام یہ ہے کہ ان میں سے ہر واحد مذکر لفظ کے ساتھ ''میرا، تیرا، اس کا'' اور جمع مذکر لفظ کے ساتھ ''میرے، تیرے، اس کے'' لگا کر پانچ پانچ مرتبہ بولیے۔ جیسے: میرا قلم، تیرا قلم، اس کا قلم، میرے باغات، تیرے باغات، اس کے باغات۔

اور ہر مؤنث لفظ کے ساتھ خواہ واحد ہو یا جمع شروع میں ''میری۔ تیری، اس کی'' کا اضافہ کرکے پانچ پانچ مرتبہ کہیے۔ جیسے: میری کتاب، تیری کتاب، اس کی کتابیں۔

(الف)

مذکر الفاظ	مؤنث الفاظ
آب ودانہ، آٹا، آج، آقا، آم، ادب، المیہ، ارمان، اسباب، آنسو، انسان، آدمی، آئین، اشارہ، افادہ، اضافہ، ارادہ، ادارہ۔	آب وہوا، آتش، آراء، آرزو، آس، آل، آن، آہ، آگ، آواز، امید، اجازت، ابتدا، انتہا، اکتفا، آخرت، اوس، اجرت، الفت، اُدھیڑ بُن۔

(ب)

بُت ، بازار، بلب، بخار، بچاؤ، برتاؤ، بہاؤ، برتن، بازو، بادام، بیوپار، بحر و بر، باطل، بوجھ۔

باد، بار (اتنی بار) بارش، باگ ڈور، بحث، برف، بساط، بسم اللہ، بغل، بکواس، بددعا، بول چال، بھوک، بھیک، بھنک۔

(پ)

پیر، پایل، پُل، پرہیز، پتھر، پہلو، پردیس، پلنگ، پتنگ، پہاڑ، پن گھٹ، پاس، پارہ، پائجامہ، پاپوش، پائے دان، پھل، پھول

پازیب، پناہ، پسند، پولیس، پوشاک، پیاس، پرواز، پرواہ، پریڈ، پنشن، پوچھ تاچھ، پیٹھ، پھوٹ

(ت)

تخت، تالاب، تاج، تذکرہ، تبصرہ، تنور، تبرک، توڑ، تیوہار، تیزاب، تحفظ۔

تڑپ، تفریح، تباہی، تراویح، ترغیب، ترازو، تعداد، تکرار، تلاش، توجہ، توبہ، توقع، تیغ، تمیز، تلوار، تمنا، تنخواہ۔

(ٹ)

ٹیلی گرام، ٹیلی ویژن، ٹھیکہ، ٹھاٹ، ٹیکس، ٹکٹ، ٹائپ، ٹاپو، ٹماٹر، ٹرک، ٹینک۔

ٹیک (ٹیک لگانا) ٹرین، ٹکر، ٹانگ، ٹھوکر، ٹھیس،

(ث)

ثمر، ثواب، ثبوت، ثریا، ثقہ

ثنا، ثروت۔

(ج)

جہان، جہاز، جوش، جوڑ، جوہر، جواب، جادو، جال، جگر، جراثیم، جرم، جنم، جھوٹ، جھرمٹ،

جِلد (کھال) جیب، جوں، جنگ، جڑ، جدوجہد، جان پہچان، جاگیر، جرأت، جسامت، جنت

(چ)

چاقو، چاند، چوک، چوراہا، چراغ، چڑھاؤ، چکر، چمن، چھپر، چھلہ

چارپائی، چالاکی، چادر، چٹان، چپل، چُپ، چمگادڑ، چوکھٹ، چونچ، چھاپ، چھری، چھت

(ح)

حال، حسب، حیوان، حمل، حلال، حرام، حیلہ، حرف، حلف، حساب

حمد، حقیقت، حیا، حسد، حنا، حرمت، حلت، حرکت، حرارت، حشمت

(خ)

خاندان،خرچ،خمیر،خلعت،خیرمقدم، خیال،خون،خواب،خوف،خول،خلا	خرابی،خلوت،خاطر،خاک،خراش، خوراک،خطا،خلقت،خفگی،خیریت، خانقاہ،خوشبو،خزاں

(د)

دروازہ،دربار،درس،دامن،داغ،دام، درخت،دستخط،دستور،دفن،دریا،درد، دہی،دھواں،دسترخوان،دفتر	دھار(تلوار کی دھار)دیمک،دلیل، دیکھ بھال،دیوار،دخل اندازی،درسگاہ، دوری،دستی،

(ڈ)

ڈبہ،ڈربہ،ڈول،ڈر،ڈھول،ڈھولک، ڈھب،ڈھنگ،ڈھیر	ڈانٹ،ڈالی،(ٹہنی)ڈاکہ،ڈکار،ڈور، ڈینگ،ڈھیل

(ذ)

ذکر،ذہن،ذبح،ذوق،ذخیرہ،ذہین	ذات،ذہانت،ذیل،ذلت

(ر)

رابطہ،راستہ،راگ،رواج،رنگ،رعب، رکن،روزگار،رزق،روگ،روغن،راز، راج،رحم،رکشہ	راہ،رحمت،راحت،رپورٹ،رسید،رسم، رقم،رکاوٹ،روح،رونق،راکھ

(ز)

زہر،زردہ،زخم،زنگ،زوال،زور،زیور	زبان،زدوکوب،زلف،زینت،زنجیر

(س)

سامان،سوراخ،سفوف،سفر،سنگار،سلا، ستون،سراغ،سماں،سبق،ساغر،ساز، سماج(معاشرہ)سندیش(پیغام)	سازش،سیرت،سج دھج،سرکار،سطح،سطر، سڑک،سزا،سیر،سیوا(خدمت)سند، سرحد

(ش)

شوق،شکار،شکم،شگاف،شربت،شمار، شور،شہر،شباب،شاطر،شکر،شر	شکل،شرافت،شرارت،شاخ،شاہ راہ، شان،شراب،شرح،شرط،شفا،شمشیر

(ص)

صابن،صاف،صحن،صبر،صوم،صافہ،صفحہ	صلح،صدا،صبا،صراحی،صباحت،

(ض)

ضمیر،ضعف،ضمن،ضبط،ضابطہ،ضرر، ضلع،ضمیمہ،ضیغم	ضرب،ضد،ضیا،ضو،ضیافت

(ط)

طاغوت،طاق،طالوت،طاؤس،طبق، طبقہ،طبلہ،طریق،طریقہ،طعن،طلسم، طلوع،طواف،طوفان،طوق،طشت	طاعت،طاقت،طب،طبع،طرب، طرح،طرف،طلاق،طلب،طمع،

(ظ)

ظرف،ظلم،ظلمت کدہ	ظرافت،ظلمت

(ع)

عارض،عارضہ،عالم،عتاب،عجب، عجوبہ،عدد،عدل،عدم،عذاب،عذر، عرش،عرصہ،عکس،عنبر،عیب	عاجزی،عادت،عار،عاقبت،عرض، عشا،عطا،عقل،علت،عدت،عفت، علیک سلیک،عمر

(غ)

غار،غبار،غبن،غزال،غزوہ،غصب، غصہ،غضنفر،غل،غم،غور	غذا،غرض،غزل،غزالہ،غلطی،غنا، غیرت،غیبت،غایت

(ف)

فارم،فارمولہ،فالودہ،فانوس،فائل، فتویٰ،فتور،فتنہ،فراڈ،فحش،فرش،فرقہ	فاقہ مستی،فتح،فال،فریاد،فیس،فضا، فلاح،فیملی،فحاشی،فہرست،فضیحت

(ق)

قانون،قبض،قبضہ،قبلہ،قتل،قد،قرض، قرعہ،قرینہ،قسم،قصاص،قصہ،قطعہ،قفس، قفل،قہر	قابلیت،قبا،قبح،قبر،قدر،قدر و قیمت، قرعہ اندازی،قحط،قسم،قضا،قطار،قید، قوم،قمیص

(ک)

کابینہ،کاغذ،کالج،کالم،کباڑ،کپ، کتابچہ،کتبہ،کذب،کف،کفن،کمال، کوَر،کوڈ،کلاس،کلام،کھٹمل،کھیت،کھیل	کاپی،کاٹ چھانٹ،کارگزاری، کارستانی،کاکل،کالک،کالونی،کائی، کپاس،کتاب،کترن،کٹ حجتی،کٹوتی، کٹیا،کجی،کرسی،کمان

(گ)

گام، گائڈ، گرد وپیش، گلشن، گلستاں، گوشہ، گھوس، گھونگٹ، گناہ، گوشت، گھاؤ، گھمنڈ، گیت، گھاٹ	گانٹھ، گت، گفتار، گردن، گھٹا، گھاس، گود، گردش، گزارش، گفتگو، گھات

(ل)

لب، لحاظ، لحن، لعاب، لفظ، لقب، لگاؤ	لاش، لاگ لپیٹ، لاگت، لحد، لچک

(م)

مال، ماحضر، ماخذ، مادّہ، مارکیٹ، مذاق، مشورہ، مضمون، مندر، موتی، میدان، مرہم، مزار، میدان	مامتا، مانگ، مثال، مسجد، معاش، محراب، محفل، موج، منزل، مدد، ملاقات، محنت، محبت، مہلت، مہک

(ن)

ناٹک، ناچ، ناخن، ناز، ناسور، نفس، نگینہ، نوٹ، ناول، نشان، نکاح، نمک	نادانی، ناراضی، نازش، ناف، ناک، ناموس، نان، نذر، نس، نظر، نعت، نعش، نعل، نگاہ، نیاز، ناؤ، نسل، نقل، نکیل

(و)

واسطہ، واقعہ، وتیرہ، وثاق، وجد، وچار، ورق، وزن، وسوسہ، وصال	وابستگی، واپسی، واسکٹ، وبا، وجہ، وفا، ولا، وحدت، وارفتگی، وقعت

(ہ)

ہاتھ، ہار (مالا) ہتھیار، ہجر، ہجوم، ہدف، ہنر، ہوش، ہیرا، ہیرپھیر، ہال	ہار (شکست) ہانڈی، ہتک، ہجرت، ہجو، ہڑتال، ہنسی، ہوشیاری، ہیرا پھیری، ہاں

(ی)

یار، یاقوت، یاور، یرغمال، یقین، یومیہ	یاد، یادگار، یاس، یخ، یورش، یلغار

جیسا کہ معلوم ہو چکا کہ جو لفظ مذکر و مؤنث دونوں طرح سے مستعمل ہؤا سے جنس عام کا نام دیا جاتا ہے؛ چنانچہ جنس عام کے تعلق سے ہی لفظ ''بلبل'' پر کسی قلم کار کی ایک دل چسپ افسانوی تحریر ملاحظہ کیجیے۔

بلبل مذکر ہے یا مؤنث؟

ایک پروفیسر صاحب کے بارے میں مشہور تھا کہ ان سے جب کوئی سوال پوچھا جاتا تو وہ اس وقت تک چین سے نہ بیٹھتے جب تک کہ پوری تفصیل اور تسلی سے جواب نہ دے دیں؛ بلکہ بعض اوقات تو سوال کرنے والا تنگ آ کر اس وقت کو کوستا جب اس

نے ان سے سوال کیا تھا، ایک صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اور پروفیسر صاحب ایک لائبریری میں بیٹھے تھے کہ میرے ذہن میں ایک سوال آیا، جو میں نے غلطی سے پروفیسر صاحب سے پوچھ لیا: میں نے دریافت کیا کہ حضرت! یہ بتایئے کہ بلبل مذکر ہے یا مؤنث؟ پروفیسر صاحب اس وقت کسی کتاب کے مطالعے میں محو تھے، میرا سوال سن کر موصوف نے کتاب بند کی، ایک لمحے کو کچھ سوچا، پھر مسکرا کر گویا ہوئے ''میاں! بلبل مذکر ہے'' میں نے شکریہ ادا کیا اور جواب سے مطمئن ہو گیا۔ اس واقعے کے کچھ روز بعد ایک شام میرے دروازے پر دستک ہوئی، گھر میں اس وقت کچھ مہمان بیٹھے ہوئے تھے، میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ موصوف پروفیسر صاحب کھڑے ہیں؛ میں نے پوچھا کہ پروفیسر صاحب! خیریت تو ہے؟ آپ میرے غریب خانے پر اِس وقت؟ پروفیسر صاحب کہنے لگے ''میاں! اس روز آپ نے پوچھا تھا کہ بلبل مذکر ہے یا مؤنث اور میں نے جواب دیا تھا کہ بلبل مذکر ہے؛ لیکن آج ہی مرزا غالبؔ کا ایک مصرع نظر سے گزرا ع ......بلبلیں سن کر مرے نالے غزل خواں ہو گئیں؛ لہٰذا اس مصرع کی رو سے بلبل مؤنث ہے'' میں نے ان کے خلوص و محبت کا بہت شکریہ ادا کیا کہ وہ بے چارے میرے سوال کا جواب دینے میرے گھر تک تشریف لائے۔ ابھی چند روز ہی گزرے ہوں گے کہ ایک صبح میرے دروازے پر زور زور سے دستک

ہوئی، میں گہری نیند میں تھا، دستک کی آواز سنی تو ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا، دروازہ کھولا تو پروفیسر صاحب کھڑے مسکرا رہے تھے، میں نے انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور صبح صبح تشریف آوری کا سبب دریافت کیا۔ پروفیسر صاحب فرمانے لگے ''میاں! کچھ روز قبل میں نے آپ کو بتایا تھا کہ غالب کے مصرع کی رو سے بلبل مؤنث ہے؛ لیکن آج صبح جب میں ''کلیاتِ اقبال'' کا مطالعہ کر رہا تھا تو ایک شعر نظر سے گزرا:

ٹہنی پہ کسی شجر کی تنہا
بلبل تھا کوئی اداس بیٹھا

علامہ اقبال چونکہ شاعرِ مشرق ہیں، ان سے زیادہ مستند کس کی رائے ہو سکتی ہے؛ لہٰذا اس شعر کی روشنی میں آپ اب بلبل کو مذکر ہی سمجھئے'' میں نے پروفیسر صاحب کا شکریہ ادا کیا اور ان کے جانے کے بعد خدا کا بھی شکر ادا کیا کہ چلو اب اس بلبل والے قصے سے تو جان چھوٹی۔ لیکن میرے ایسے نصیب کہاں!! ابھی ایک ہفتہ ہی گزرا ہو گا کہ ایک شام جب کہ میں ٹی وی پر اپنا پسندیدہ پروگرام دیکھنے میں مگن تھا؛ دروازے پر دستک ہوئی، دروازے پر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ پروفیسر صاحب کھڑے ہیں، ان سے چند فٹ کے فاصلے پر ایک عدد گدھا بھی کھڑا تھا جس پر بہت سی کتابیں لدی ہوئی تھیں، اس دن پروفیسر صاحب کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ تھی، میں نے

حیرت سے دریافت کیا؛ پروفیسر صاحب! یہ کیا معاملہ ہے؟ وہ اسی مسکراہٹ کے ساتھ کچھ یوں گویا ہوئے ”میاں !! آپ کے سوال پر میں نے بہت تحقیق کی اور بہت سی کتابوں سے استفادہ کیا، اس گدھے کے دائیں جانب جو کتابیں لدی ہیں ان کے مطابق بلبل مذکر ہے؛ جبکہ بائیں جانب والی کتابوں کی رو سے بلبل مؤنث ہے، اب فیصلہ آپ خود کر لیجیے کہ آپ کس رائے سے اتفاق کریں گے اور مجھے اجازت دیجیے ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے“ ان کے رخصت ہوتے ہی میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا اور سچے دل سے توبہ کی کہ آئندہ پروفیسر صاحب سے کوئی سوال نہ پوچھوں گا۔

مشترک میں معنی کے اعتبار سے تذکیر و تانیث کا فرق

بہت سے الفاظ جو مشترک ہوتے ہیں ایک معنی کے اعتبار سے مذکر اور دوسرے معنی کے لحاظ سے مؤنث ہوتے ہیں۔ جیسے: کان عضو انسانی جس میں سننے کی قوت ہے، کے معنی میں مذکر اور غار یا کھنڈر کے معنی میں مؤنث ہے۔ بحر: سمندر کے معنی میں مذکر اور علم عروض کی اصطلاح میں مؤنث ہے۔

واحد اور جمع کا بیان

ایک عدد یا ایک شئ کو بتانے کے لیے واحد لفظ لاتے ہیں اور ایک سے زیادہ کے لیے

لفظ جمع کا استعمال ہوتا ہے۔ جیسے: ”کتاب“ واحد لفظ ہے جس کے معنی ہے ایک کتاب اور ”کتابیں“ جمع ہے جو ایک سے زیادہ کتابوں پر دلالت کرتا ہے۔

یہ بات ذہن نشیں رہے کہ فصاحت کا تقاضا ہے کہ جس زبان کا لفظ ہوگا اسی زبان سے اس کی جمع لائیں گے؛ تاہم بہت سے وہ الفاظ جن کا استعمال اردو میں بکثرت ہے ان کی جمع اردو سے بھی لائی جاتی ہے۔

اردو میں جمع بنانے کے طریقے:

(۱) جس مؤنث لفظ کے آخر میں ”یا“ ہو تو صرف نون غنہ (ں) بڑھا کر جمع بنائیں گے۔ جیسے: چڑیا سے چڑیاں۔ پُڑیا سے پڑیاں۔

(۲) جس مؤنث لفظ کے آخر میں ”یا“ اور ”ی“ نہ ہو تو ”ی“ اور نون غنہ (یں) یا ”و“ اور نون غنہ (وں) بڑھا کر جمع بناتے ہیں۔ جیسے: راحت سے راحتیں/راحتوں، چاہت سے چاہتیں/چاہتوں۔

(۳) لفظ مؤنث کے آخر میں ”ی“ ماقبل مکسور ہو تو الف اور نون غنہ (اں) بڑھا کر جمع بنا لیتے ہیں۔ جیسے: کاپی سے کاپیاں، ٹوپی سے ٹوپیاں۔

(۴) لفظ مذکر کے آخر میں واؤ اور نون غنہ (وں) بڑھا کر جمع بنائیں گے۔ جیسے: بستر سے بستروں۔

(۵) جس مذکر لفظ کے آخر میں الف یا ہا ہو تو الف یا ہا کو ہٹا کر واؤ اور نون غنہ (وں) بڑھا دینے سے جمع بن جائے گی۔ جیسے: دروازہ سے دروازوں، پنکھا سے پنکھوں۔ لفظ کے آخر سے الف یا ہائے مختفی کو ''ے'' سے بدل کر بھی جمع بنا سکتے ہیں۔ جیسے: زمانہ سے زمانے، غصہ سے غصے، جلوہ سے جلوے، لڑکا سے لڑکے۔

فارسی الفاظ کی جمع بنانے کے طریقے:

(۱) بے جان چیزوں کے ناموں کے آخر میں ''ہ'' اور الف (ہا) زیادہ کر دیجیے۔ جیسے: گل سے گلہا، شب سے شبہا۔

(۲) جاندار کے نام کے آخر میں علامت جمع الف اور نون (ان) بڑھا دیجیے۔ جیسے: مرد سے مردان، زن سے زنان۔

نوٹ:۔ اس جمع کے نون کو نون غنہ بھی پڑھ سکتے ہیں اگر لفظِ جمع کی کسی دوسرے لفظ کی جانب اضافت نہ کی گئی ہو۔

(۳) جو اسم مفرد ذی روح الف یا واؤ پر ختم ہو رہا ہو اس کی جمع بنانے کے لیے الف نون علامتِ جمع سے پہلے ''ی'' کا اضافہ کریں گے۔ جیسے: دانا سے دانایان، خوبرو سے خوبرویان۔

(۴) جس اسم مفرد کے آخر میں حرف ''ہ'' ہو اس کی جمع بناتے وقت اس ''ہ'' کو

''گ'' سے بدل کر علامت جمع الف نون بڑھا دیں گے۔ جیسے: بچہ سے بچگاں، خفتہ سے خفتگاں۔

نوٹ:۔ بعض فارسی الفاظ کی جمع عربی کے طریقے پر بھی بنائی جاتی ہے جیسے بیگم سے بیگمات وغیرہ۔

عربی زبان میں جمع بنانے کا کوئی مستقل قاعدہ نہیں ہے؛ بلکہ ہر لفظ کی جمع سماعی ہے یعنی جو سنتے آرہے ہیں اسی پر اعتبار کرتے ہیں: البتہ اسم فاعل و اسم مفعول سے جمع مذکر سالم کے لئے واؤ نون یا ''یا نون'' کا اضافہ کرتے ہیں۔ جیسے مسلم سے مسلمون، مسلمین۔ اور جمع مؤنث سالم کے لیے الف اور لمبی تا کا اضافہ کرتے ہیں۔ جیسے مؤمن سے مؤمنات۔

واحد اور جمع کی شکل میں عربی کے الفاظ کی مختصر فہرست درج ذیل ہے

واحد	جمع	واحد	جمع
اثر	آثار	الم	آلام
اول	اوائل	اکبر	اکابر
امیر	امراء	آخر	اواخر
استاذ	اساتذہ	امت	امم

آلہ	آلات	امام	ائمہ
اسم	اسماء	بحر	بحور
تاریخ	تواریخ	تحفہ	تحائف
ترجمہ	تراجم	تفسیر	تفاسیر
تدبیر	تدابیر	تصویر	تصاویر
جاہل	جہلاء	جزو	اجزاء
جن	جنات	جنس	اجناس
جوہر	جواہر	حاجی	حجاج
حادثہ	حوادث	حاکم	حکام
حال	احوال	حاضر	حاضرین
حکم	احکام	حکیم	حکماء
حاجت	حوائج	حافظ	حفاظ
حبیب	احباب	حقیقت	حقائق
خاص	خواص	خبر	اخبار
خزانہ	خزائن	خط	خطوط

خُلق	اخلاق	خلیفہ	خلفاء
خَلق	خلائق	دار	دیار
دفتر	دفاتر	دلیل	دلائل
دین	ادیان	رائے	آراء
رسالہ	رسائل	رعیت	رعایا
روح	ارواح	رسم	رسوم
رفیق	رفقاء	رکن	ارکان
سبب	اسباب	سفیر	سفراء
سلف	اسلاف	ساکن	سکان
سبق	اسباق	سجدہ	سجود
سطر	سطور	سلطان	سلاطین
سید	سادات	شاعر	شعراء
شعر	اشعار	شیخ	شیوخ
شیطان	شیاطین	صنف	اصناف
صنم	اصنام	ضابطہ	ضوابط

ضد	اضداد	ضلع	اضلاع
ضعیف	ضعفاء	طالب	طلبہ
طرف	اطراف	طفل	اطفال
طاہر	اطہار	طبیب	اطباء
ظاہر	ظواہر	ظرف	ظروف
ظن	ظنون	عابد	عابدین
عام	عوام	عزم	عزائم
عارضہ	عوارض	عاشق	عشاق
عدد	اعداد	عزیز	اعزاء
غریب	غربا	غرض	اغراض
فتح	فتوحات	فتنہ	فتن
فرض	فرائض	فضیلت	فضائل
فقیر	فقراء	فاضل	فضلاء
فعل	افعال	فن	فنون
قافیہ	قوافی	قاعدہ	قواعد

قانون	قوانین	قائد	قائدین
قول	اقوال	قرن	قرون
قصیدہ	قصائد	قلب	قلوب
قوم	اقوام	کتاب	کتب
کیف	کوائف	لقب	القاب
مدرسہ	مدارس	ملک	ممالک
نادر	نوادر	نکتہ	نکات
وارث	ورثاء	وجہ	وجوہ/وجوہات
وسیلہ	وسائل	وظیفہ	وظائف
یوم	ایام		

تفرید وترکیب کے اعتبار سے لفظ کی دو قسمیں ہیں (۱) مفرد (۲) مرکب

پھر مفرد کی دو قسمیں ہیں (۱) مفرد متصل: وہ لفظ جو سابقہ یا لاحقہ کے اتصال سے بنا ہو۔ جیسے: ہم نوا، ہم رتبہ، بااخلاق۔

(۲) مفرد مجرد: وہ لفظ مفرد جو لاحقہ اور سابقہ سے خالی ہو۔ جیسے: نوا، رتبہ، اخلاق۔

سابقہ: جو حرف یا کلمہ لفظِ مفرد کے شروع میں آکر اس کا جز و بن جائے اسے سابقہ کہتے

ہیں۔جیسے:لائق سے نالائق۔

لاحقہ:۔جوکلمہ لفظِ مفرد کے آخر میں آکر اس کا جزو بن جائے۔جیسے:مال سے مالدار۔

ہندی میں لفظ مفرد متصل بہ لاحقہ کی مثالیں

(اسم فاعل کی مثالیں)

ی۔بڑھا کر جیسے:بھنڈار سے بھنڈاری

آر۔بڑھا کر جیسے:سونا سے سنار

ہارا۔بڑھا کر جیسے:لکڑ سے لکڑہارا

فارسی میں لاحقہ بڑھا کر مفرد کی مثالیں

(یہ بھی اسم فاعل کی مثالیں ہیں)

ناک۔بڑھا کر جیسے:درد سے دردناک

گار۔بڑھا کر جیسے:مدد سے مددگار

بان۔بڑھا کر جیسے:در سے دربان

مند۔بڑھا کر جیسے:حاجت سے حاجت مند

کار۔بڑھا کر جیسے:کاشت سے کاشت کار

ہندی میں لاحقہ بڑھا کر اسم ظرف بنانے کی مثالیں

باڑی۔بڑھا کر جیسے:آم سے آمباڑی

ال۔بڑھا کر جیسے:سسر سے سسرال

گھٹ۔بڑھا کر جیسے:پانی سے پنگھٹ

استھان۔بڑھا کر جیسے:راج' سے راجستھان

فارسی میں لاحقہ کے ذریعے اسم ظرف بنانے کی مثالیں

ستان۔بڑھا کر جیسے:گل سے گلستان

زار۔بڑھا کر جیسے:سبزہ سے سبزہ زار

آباد۔بڑھا کر جیسے:عظیم سے عظیم آباد

خانہ۔بڑھا کر جیسے:کتب سے کتب خانہ

کدہ۔بڑھا کر جیسے:بت سے بت کدہ

گاہ۔بڑھا کر جیسے:درس سے درسگاہ

بہت سے لواحق کے ذریعے اسم مصغر بنایا جاتا ہے

ک۔بڑھا کر جیسے:ڈھول سے ڈھولک

چہ۔بڑھا کر جیسے:طاق سے طاقچہ

یچہ۔ بڑھا کر جیسے: باغ سے باغیچہ

ی۔ بڑھا کر جیسے: پیالہ سے پیالی

اگر آخر میں حرف علت (الف، واؤ، یا) ہو تو اسم مصغر بنانے کے لیے آخر سے حرف علت کو ہٹا کر ''ی'' اور الف لے آتے ہیں۔

جیسے:۔ لوٹا سے لٹیا

لوہا سے لوہیا

چوہا سے چوہیا

کھاٹ سے کھٹیا

ہندی میں میں اسم صفت بنانے کے لیے مندرجہ ذیل حروف بطور لاحقہ لاتے ہیں

☆ **لاحقہ**	☆**اسم صفت**
یل	مریل، اڑیل
آلا	مٹیالا، پنیالا
را	سنہرا
یلو	گھریلو

فارسی میں درج ذیل لواحق کے ذریعے اسم صفت بناتے ہیں

لواحق	اسم صفت
ین	غمگین، رنگین
آنہ	شاہانہ، ماہانہ
آنی	نورانی، روحانی
ناک	دردناک، خطرناک
گار	گناہ گار
خیز	زرخیز، مردم خیز
مند	عقل مند
گیر	راہ گیر
وار	سزاوار
بان	نگہبان

اسم آلہ بنانے میں بھی لواحق کا سہارا لیا جاتا ہے

ہندی میں اسم آلہ کے لواحق مندرجہ ذیل ہیں

نی سے چھینی

ڑا سے پھاوڑا

ری سے بانسری

فارسی میں اسم آلہ بنانے کے لیے مندرجہ ذیل لواحق کا استعمال ہوتا ہے

لواحق	اسم آلہ
آنہ	دستانہ
بند	گلوبند
گیر	کف گیر
پوش	پاپوش

بہت سے لواحق حاصل مصدر کا کام دیتے ہیں

☆ جیسے ہندی میں مندرجہ ذیل لواحق ☆

آؤ سے لگاؤ، ٹھہراؤ

آس سے مٹھاس

وا سے پہناوا

تی سے ریتی، چڑھتی

☆ جیسے فارسی میں مندرجہ ذیل لواحق ☆

ریز سے خوں ریز

بوس سے زمیں بوس

یش سے فرمایش، آرایش

زش سے آمیزش

مفرد کی گزشتہ اقسام کی تعریفات مع امثلہ

حاصل مصدر:۔ مصدر سے نکلا ہوا ایسا لفظ جو کسی چیز کی ہیئت کو ظاہر کرے۔ جیسے: لگاؤ یعنی تعلق۔ ''مجھے آپ سے قلبی لگاؤ ہے''

اسم آلہ:۔ ایسا اسم جو کسی اوزار یا آلہ کا معنی ظاہر کرے جس سے دوسرے کام لیے جاتے ہیں۔ جیسے: پاپوش، چھلنی، پھاوڑا، دستانہ وغیرہ۔

اسم صفت:۔ ایسا اسم جو کسی شئ کا وصف اور اس کی حالت ظاہر کرے۔ جیسے: غمگین ''آج دل بہت غمگین ہے''

اسمِ مُصغَّر:۔ ایسا لفظ جس کے معنی میں تصغیر (چھوٹا ہونا) پایا جائے۔ جیسے: بٹیا (چھوٹی لڑکی) کٹیا (چھوٹا سا گھر) باغیچہ (چھوٹا باغ)

اسم ظرف:۔ جو لفظ کسی جگہ، مکان یا زمانے اور وقت کا معنی ظاہر کرے۔ جیسے:

سسرال، پنگھٹ، جمعہ، شعبان۔

اسم فاعل:۔ وہ اسم جس کے معنی سے کسی کام کے کرنے والے کا علم ہو۔ جیسے: لوہار، کاشت کار، تاجر، شاعر۔

کلماتِ اشتقاق سے الفاظ کا بنایا جانا

مصدر سے حاصل مصدر

مصدر	حاصل مصدر
بولنا	بولی
بچنا	بچت
ملنا	ملاپ
گھٹنا	گھٹن
اٹھنا	اٹھان
جلنا	جلن
رہنا	رہن
چمکنا	چمک
سجنا	سجاوٹ

دینا	دین
چڑھنا	چڑھائی
لڑنا	لڑائی
گھیرنا	گھیراؤ
چلنا	چلن

فارسی کے حاصل مصدر

آک۔ بڑھا کر	جیسے: خوراک
آر۔ بڑھا کر	جیسے: رفتار، گفتار، کردار
ش۔ بڑھا کر	جیسے: آرائش، پرستش، گردش
گی۔ بڑھا کر	جیسے: گرویدگی، ماندگی، شگفتگی
آئی۔ بڑھا کر	جیسے: جویائی، گویائی، دانائی، بینائی

مصدر سے اسم فاعل

تیرنا	سے	تیراک
لڑنا	سے	لڑاکا، لڑاکو
ملنا	سے	ملنسار

رکھنا سے رکھوالا

گانا سے گوَیّا، گایک

بھاگنا سے بھگوڑا

مصدر سے اسم آلہ

کسنا سے کسوٹی

جھاڑنا سے جھاڑو

کترنا سے کترنی

کرنا سے کرنی

بیلنا سے بیلن

کھرچنا سے کھرچنی

اسم ذات سے اسم صفات

اونچا سے اونچائی

سرد سے سردی

برف سے برفی

بُرا سے برائی

نرم سے نرمی

گرم سے گرمی

چکنا سے چکناہٹ

اسم صفت سے اسم فعل

شرم سے شرمانا

گرم سے گرمانا

چکر سے چکرانا

لالچ سے للچانا

بھن بھن سے بھنبھنانا

متروک الفاظ

اردو زبان میں بہت سے الفاظ غیر فصیح یا غلط العام ہونے کی بنا پر متروک ہیں، جن کے استعمال سے بچنا چاہیے۔ مندرجۂ ذیل میں غلط کے تحت متروک اور صحیح کے تحت مستعمل الفاظ ذکر کیے گئے ہیں۔

غلط	صحیح
احبابوں	احباب

وگرنہ	ورنہ
اندھیارا	اندھیرا
آوے، لاوے	آئے، لائے
بن	بغیر
بلا	بے
بتلانا، دکھلانا	بتانا، دکھانا
پیر	پاؤں
خط وخال	خدوخال
گرچہ	اگرچہ
گر	اگر

نوٹ:۔ وگرنہ، گرچہ، گر، بتلانا، بن اور اندھیارا وغیرہ الفاظ جو درحقیقت صحیح ہونے کے باوجود نثر میں غیر فصیح اور متروک سمجھے جاتے ہیں؛ نظم وشاعری میں ان کا استعمال درست ہے۔ اور احبابوں، امورات، انتظاری، وغیرہ الفاظ جن میں حقیقۃً غلطی ہے؛ ان کا استعمال نثر ونظم دونوں میں درست نہیں۔

جملہ نگاری میں غلطی

الفاظ کی بحث سے فارغ ہوکر اب ہم جملہ نگاری کی طرف بڑھتے ہیں، مبتدی قلم کار جملہ نگاری میں کئی طرح کی غلطیاں کرسکتا ہے(۱) املا کی غلطی (۲) ترکیب کی غلطی (۳) تذکیروتانیث کی غلطی (۴) فعل کے استعمال میں غلطی (۵) محاورات و تعبیرات کے استعمال میں غلطی۔

املا کی غلطی سے بچنے لیے جو ہدایات پہلے گزر چکی ہیں؛ ان پر توجہ دینے کی ضرورت ہے، کثرتِ مطالعہ، لغات وفرہنگات سے رہنمائی، املانویسی اور اصلاح لیتے رہنے سے املا کی درستی ممکن اور آسان ہے۔

ترکیب کی غلطیاں کئی طرح سے صادر ہوتی ہیں مثلاً فعل کی جگہ فاعل اور فاعل کی جگہ فعل کے لانے سے، پہلا لفظ بعد میں اور بعد کا پہلے ذکر کرنے کی وجہ سے، فعل متعدی کو لازم اور فعل لازم کو متعدی کے طور پر برتنے سے اور لفظ کو مکرر لانے وغیرہ سے۔

ذیل میں ترکیبی اعتبار سے صحیح اور غلط جملوں کی نشاندہی کی گئی ہے

غلط جملے	صحیح جملے
آب زم زم کے پانی میں شفا ہے	آبِ زم زم میں شفا ہے
میں نے اس کا مشاہدہ کرکے دیکھا	میں نے اس کا مشاہدہ کیا

وہ تقریباً پہنچنے کے قریب تھا	وہ پہنچنے کے قریب تھا/وہ تقریباً پہنچنے والا تھا
میں کھانا کھایا	میں نے کھانا کھایا
میں نے دہلی گیا	میں دہلی گیا
وہ سچ کہا تھا	اس نے سچ کہا تھا
زید نہیں آیا گھر سے	زید گھر سے نہیں آیا
زید گیا نہیں مدرسے	زید مدرسے نہیں گیا
آپ کیا کھا رہے ہو؟	آپ کیا کھا رہے ہیں
میں نے زید کو کہہ دیا تھا	میں نے زید سے کہہ دیا تھا
محلے میں کتنی وارداتیں ہوئیں؟	محلے میں کتنی واردات ہوئیں؟
وہ تیرے سے کیا کہہ رہا تھا؟	وہ تجھ سے کیا کہہ رہا تھا؟
برائے مہربانی میرا قلم دیجیے	براہ مہربانی میرا قلم دیجیے
میں آپ کا مشکور ہوں	میں آپ کا شکر گزار ہوں

قاعدہ:۔ جملہ اگر کسی کے سوال کا جواب ہو تو جملے کی ترکیب سوال کے مطابق ہوگی مثلاً کسی نے پوچھا: وہاں کون کھڑا تھا؟ تو اس کا جواب ہوگا ''وہاں زید کھڑا تھا'' اگر سوال ہو ''زید کہاں کھڑا تھا؟'' تو جواب بنے گا ''زید وہاں کھڑا تھا''

قاعدہ:۔ کام کو فعل، کام کرنے والے کو فاعل اور جو کام کیا گیا وہ مفعول کہلاتا ہے، عام طور پر اردو کے کسی بھی جملے میں پہلے فاعل پھر مفعول اور اس کے بعد فعل کا ذکر ہوتا ہے۔ کبھی فعل اور فاعل مل کر جملہ مکمل ہو جاتا ہے، اس کو فعل لازم کہتے ہیں جیسے ''زید گیا'' ''زید بیٹھا'' یہاں زید فاعل اور ''گیا'' ''بیٹھا'' فعل ہے۔ اور کبھی فعل فاعل سے مل کر جملہ نہیں بنتا؛ بلکہ اس کو مفعول کی ضرورت پڑتی ہے۔ جیسے: ظفر نے کھانا کھایا۔ اس جملے میں ظفر فاعل، کھانا مفعول اور کھایا فعل ہے۔

یاد رہے کہ فعل لازم کو حرف ''نے'' کی ضرورت نہیں پڑتی؛ جبکہ فعل متعدی کے جملے میں ''نے'' کا لانا ضروری ہوتا ہے۔ جیسے فعل لازم کی مثال: ''مظہر ہنسا'' اس کو اگر اس طرح کہیں کہ ''مظہر نے ہنسا'' تو جملہ غلط ہو جائے گا۔ فعل متعدی کی مثال: ''ارمان نے بستہ اٹھایا'' یہاں اگر یوں کہیں کہ ''ارمان بستہ اٹھایا'' تو جملہ غلط ہو جائے گا۔

قاعدہ:۔ فعل لازم کے جملے میں فعل کو مذکر یا مؤنث لانے میں فاعل کا اعتبار ہوگا: یعنی فاعل اگر مذکر ہو تو فعل بھی مذکر اور فاعل مؤنث ہو تو فعل بھی مؤنث۔ جیسے: ''منظر دہلی گیا'' ''سعدیہ دہرادون گئی'' یہاں ''گیا'' اور ''گئی'' کو فاعل کے اعتبار سے مذکر اور مؤنث لایا گیا ہے۔

قاعدہ:۔ فعل متعدی کے جملے میں فعل کو مذکر یا مؤنث لانے میں مفعول کا اعتبار ہوگا

کہ فاعل خواہ مذکر ہو یا مؤنث' مفعول اگر مذکر ہے تو فعل کو بطور مؤنث استعمال کریں گے اور مفعول اگر مذکر ہے تو صیغۂ فعل بھی مذکر لائیں گے۔ یعنی جس جملے میں حرف ''نے'' لایا گیا ہو، اس میں فعل کو مذکر یا مؤنث استعمال کرنے کے لیے ''نے'' کے بعد والے لفظ کا اعتبار کریں گے جیسے: میں نے کتاب پڑھی۔ یہاں کتاب مؤنث ہے اس لئے ''فعل'' پڑھی، لائے۔

قاعدہ:۔ فعل متعدی میں مفعول کے بعد اگر حرف ''کو'' آجائے تو خواہ مفعول مذکر ہو یا مؤنث؛ فعل کو مذکر ہی لائیں گے۔ جیسے: میں نے اس کی بات کو کاٹا۔ یہاں بات مؤنث ہے؛ لیکن اس کے بعد ''کو'' کے اضافے نے صیغۂ فعل کو مذکر برتنے پر مجبور کیا۔ ورنہ حرف ''کو'' کے بغیر جملہ یوں ہے ''میں نے اس کی بات کاٹی''

تنبیہ: بہت سے حضرات حرفِ ''کو'' کی جگہ حرفِ ''نے'' کا استعمال کرتے ہیں جو کہ غلط ہے۔ مثلاً ''اس نے کھانا کھلا دو'' (غلط) ''اس کو کھانا کھلا دو'' (صحیح)

قاعدہ:۔ فعل متعدی کو واحد اور جمع لانے میں بھی مفعول کا اعتبار ہوگا یعنی جس جملے میں ''نے'' آتا ہو، وہاں فعل کو واحد اور جمع لانے میں مفعول یعنی ''نے'' کے بعد والے لفظ کا اعتبار ہوگا۔ جیسے میں نے بہت سی کتابیں خریدیں۔ یہاں کتابیں مؤنث جمع ہے اس لیے ''خریدیں''، فعل کو بھی جمع مؤنث لائے۔ ''میں نے اشعار پڑھے'' یہاں

اشعار چونکہ جمع مذکر ہے اس لیے فعل بھی جمع مذکر لایا گیا۔

قاعدہ:۔ ''کا، کی، کے'' اور ''را، ری رے'' کو حروف اضافت کہتے ہیں، ان کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر ان کا تعلق واحد مذکر سے ہو تو ''کا'' اور ''را'' لائیں گے۔ جیسے: اس کا قلم، میرا بستہ۔ اور اگر ان کا تعلق جمع مذکر سے ہو تو ''کے'' اور ''رے'' لائیں گے۔ جیسے: اس کے پیسے، تیرے افسانے۔ اور اگر حروف اضافت کا تعلق واحد مؤنث یا جمع مؤنث سے ہو تو ''کی'' اور ''ری'' کا استعمال ہوگا۔ جیسے: زید کی کتاب، تیری کاپیاں۔ یہی قاعدہ ''نا، نی، نے'' کا ہے۔ جیسے: اتنا حسین، اتنے مدرسے، اتنی گاڑیاں۔

جان لینا چاہیے کہ مذکورہ حروف کا تعلق عمومی طور پر بعد والے لفظ سے ہوتا ہے پس اگر بعد والا لفظ واحد مذکر ہو تو ''کا، را، نا'' لائیں گے، بعد والا لفظ جمع مذکر ہو تو ''کے، رے، نے'' لانا ہوگا، اور اگر بعد والا لفظ واحد مؤنث یا جمع مؤنث ہو تو ''کی، ری، نی'' کا استعمال ہوگا۔ جیسے مذکورہ مثالوں میں دیکھا گیا۔

لیکن بہت سے جملوں میں ان کا تعلق ماقبل سے بھی ہوتا ہے اور بعد والے لفظ کے مابعد سے بھی ہوتا ہے پس ایسی صورت میں ان حروف کا تعلق جس لفظ سے ہوگا اس کی جنسیت پہچان کر اسی کے مطابق حرف لائیں گے۔ مثلاً: فطرت اس کی اچھی نہیں۔

یہاں ’’ کی ‘‘ کا تعلق ماقبل کے مؤنث لفظ ’’ فطرت ‘‘ سے ہے۔

تلمیحات

کسی خاص واقعے ،مشہور قصے یا معروف شخصیت ، کسی زمانے ، یا علاقے کی طرف کسی ایسے خاص لفظ کے ذریعے اشارہ کرنا جس سے اس کی مکمل تصویر ذہن میں آجائے اس کو تلمیح کہتے ہیں۔ جیسے: جام جم ،محمود و ایاز ، شیخ چلی ، حاتم طائی وغیرہ تلمیحات کے زباں پر آتے ہی پورا مطلب ذہن میں آجاتا ہے۔

مثالیں:

معجزہ شق القمر:۔ چاند کے دوٹکڑے ہونے کا واقعہ۔قبیلہ قریش کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قائل کرنے کے لیے یہ معجزہ دکھایا، آپ ﷺ نے اللہ سے دعا فرمائی تو چاند کے دوٹکڑے ہوگئے۔

حسن یوسف: سے مراد نہایت خوبصورت۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی خوبصورتی کی طرف اشارہ ہے،آپ بے انتہا حسین وجمیل تھے؛ مصر کی عورتیں آپ پر جان نچھاور کرتی تھیں؛ آپ انتہائی پاک دامن ، باحیا،متقی ،اللہ کے جلیل القدر نبی تھے۔

تخت طاؤس: شاہ جہاں کا تخت جس پر دو مور بنے تھے۔ وہ تخت ہیروں اور جواہرات سے سجا ہوا تھا،اس تخت کو نادر شاہ لوٹ کر ایران لے گیا۔

جامِ جم :۔ جمشید بادشاہ کے پاس ایک ایسا پیالہ تھا جس میں وہ جو چاہتا تھا دیکھتا تھا، دور دراز کی خبر اور اس کی زندہ تصویر اس پیالے میں نظر آتی تھی۔

مقولہ منقولہ

کسی کی بات کو اسی کے الفاظ میں بیان کرنے کو ’’مقولہ‘‘ کہتے ہیں۔ جیسے: استاذ نے کہا کہ ’’اگر تم پڑھنے نہیں آئے تو تمہاری پٹائی ہوگی‘‘

اور اگر کسی کے قول کو اپنے الفاظ کا جامہ پہنا کر بیان کیا جائے تو منقولہ کہلائے گا۔ جیسے: استاذ نے کہا کہ وہ کل دہلی جائیں گے۔

ضرب الامثال اور محاورات

ضرب المثل:۔ ضرب المثل محاورے کی طرح جملے کا حصہ نہیں، ایک مکمل جملہ ہے، ضرب المثل واقعے کو بتانے اور اس پر مہر تائید ثبت کرنے کا ایک نرالا انداز ہے، جس سے گفتگو میں چاشنی پیدا ہوتی ہے اور مضمون نہایت عمدہ ہوجاتا ہے۔ ضرب المثل کو کہاوت بھی کہتے ہیں۔ جیسے: ’’انگور کھٹے ہیں‘‘۔

محاورہ:۔ اگر کوئی فقرہ اپنے اصل معنی کے علاوہ محرر ومقرر کی منشا کے مطابق دوسرا معنی بتائے؛ اسے محاورہ کہتے ہیں۔ جیسے: ’’خالد آم لے کر نو دو گیارہ ہوگیا‘‘

مندرجۂ ذیل میں محاورات کا ایک نقشہ معنی و استعمال کے ساتھ موجود ہے۔

محاورات، معانی اور ان کا استعمال

آپے سے باہر ہونا	بے حد غصہ ور ہونا	میری بات سن کر وہ آپے سے باہر ہو گیا
اب تب ہونا	مرنے کے قریب ہونا	چچا بہت بیمار ہیں، اب تب کی حالت ہے
آسمان میں پیوند لگانا	بے حد چالاکی دکھانا	اکرم آسمان میں پیوند لگاتا ہے۔
آفتاب کو چراغ دکھانا	قابل آدمی کو قابلیت سکھانا	زید کے سامنے تقریر کرنا آفتاب کو چراغ دکھانے کی طرح ہے۔
اوسان خطا ہونا	گھبرا جانا	بھیڑیے کو دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہو گئے
آنسو پی جانا	غم بھلا دینا، صدمہ سہنا	میں اپنے آنسو پی کر رہ گیا
اینٹ سے اینٹ بجانا	ختم کرنا، نیست و نابود کرنا	دشمنوں نے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی
آنکھ بچھانا	انتظار کرنا، مدارات کرنا	وہ میری راہ میں آنکھیں بچھائے بیٹھا ہے
آنکھ چرانا	نظر بچانا، منہ نہ دکھانا	وہ مجھے دیکھ کر آنکھیں چراتا ہے۔
آنکھ دکھانا	غصہ ہونا، گھورنا	استاذ جی طالب علم کو آنکھ دکھا رہے تھے۔
آنکھ کا تارہ ہونا	بہت پیارا ہونا	تم میری آنکھوں کے تارے ہو۔
انگلی اٹھانا	اشارہ کرنا، مجرم بنانا	میرے دوست پر کوئی انگلی اٹھا کر دیکھے۔
انگلیوں پر نچانا	ماتحتی میں رکھنا	تم جیسوں کو ہم انگلیوں پر نچاتے ہیں۔

بغلیں جھانکنا	شرمندہ ہونا، جواب نہ دیا جانا۔	میرے ایک سوال پر وہ بغلیں جھانکنے لگا۔
بیڑا اٹھانا	مستعد ہونا، سخت کام کا ذمہ لینا	کس نے کس کا بیڑا اٹھایا ہے؟
پانی بھرنا	غلامی کرنا	وہ میرے سامنے پانی بھرتا ہے۔
پانی پانی ہونا	شرمندہ ہونا	بے وفا مجھے دیکھ کر پانی پانی ہو گیا۔
پاپڑ بیلنا	مصیبت جھیلنا	پاس ہونے کے لیے بہت پاپڑ بیلنا پڑتا ہے
پانی کی طرح بہانا	فضول خرچی کرنا	اس نے لاکھوں روپے پانی کی طرح بہا دیے
پانی پلانا	پریشان کرنا	آج میں نے اسے پانی پلا دیا
پھٹے میں پاؤں دینا	بیچ میں دخل دینا	آپ پھٹے میں پاؤں مت دیجیے۔
پھولے نہ سمانا	بہت خوش ہونا	پاس ہونے کی خبر ملی تو میں پھولے نہیں سمایا
پیٹ میں چوہے کودنا	شدت سے بھوک لگنا، بے وجہ پریشان ہونا	صبح سے کچھ نہیں کھایا، پیٹ میں چوہے کود رہے ہیں
تھالی کا بیگن ہونا	آدمی کا بے اصول ہونا	وہ تو تھالی کا بیگن ہے
تیور بدلنا	بگڑ جانا	وہ مجھے دیکھ کر تیور بدل لیتا ہے

تارے گننا	رات کو جاگنا	ابھی اونگھنے کا کیا مطلب کیا رات کو تم تارے گن رہے تھے؟
جان کے لالے پڑنا	مصیبت میں پھنس جانا	اس گھنے جنگل میں خود کو تنہا دیکھ کر جان کے لالے پڑے تھے۔
جان بلب ہونا	مرنے کے قریب ہونا	کتنے ہی مریض جاں بلب ہو رہے ہیں
جلے پر نمک چھڑکنا	مصیبت زدہ کو کڑوی بات کہنا	میں یوں ہی پریشان ہوں، کیوں جلے پر نمک چھڑکتے ہو!
جھانسے میں آنا	دھوکے میں پڑنا	اب میں تیرے جھانسے میں نہیں آسکتا۔
چراغ پا ہونا	غصہ ہونا	مسعود منظر کو دیکھ کر چراغ پا ہوگیا۔
چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا	بہت شرمندہ ہونا	تم فیل ہوگئے! چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا چاہئے۔
چیں بہ جبیں ہونا	غصہ کرنا	وہ یہاں سے چیں بہ جبیں ہوکر گیا۔
حاشیہ چڑھانا	کسی بات کو بڑھا کر کہنا	میری بات پر مزید حاشیہ مت چڑھاؤ
حرف آنا	عیب لگنا	بیٹا! سنبھل کر چلنا، ہماری عزت پر حرف نہ آنے پائے۔
خیالی پلاؤ پکانا	بے بنیاد امید باندھنا	پہلے پڑھ لکھ لو، یوں ہی خیالی پلاؤ مت پکاؤ

دال میں کالا ہونا	شک وشبہ ہونا	تمہاری بات سن کر لگتا ہے کہ کچھ دال میں کالا ضرور ہے۔
دل بھر آنا	غمگین ہونا	تیرا حال سن کر دل بھر آیا
دن کو تارے نظر آنا	سخت محنت کا کام کرنا	دھوپ میں کام کروگے تو دن کو تارے نظر آنے لگیں گے
رکاب میں پاؤں رہنا	ہر وقت تیار رہنا	گھومنے جانے کو تمہارا پاؤں رکاب میں رہتا ہے۔
رنگ رلیاں منانا	عیش کرنا	تم پڑھنے گئے تھے یا رنگ رلیاں منانے؟
زمیں پر پاؤں نہ رہنا	تکبر، غرور کرنا	آج کل تمہارے پاؤں زمین پر نہیں رہتے
زمین میں گڑ جانا	بے حد شرمندہ ہونا	اپنی رسوائی دیکھ کر وہ زمین میں گڑ گیا۔
زہر کے گھونٹ پینا	ضبط کرنا، برداشت کرنا	میں بھی آج زہر کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔
سبز باغ دکھانا	جھوٹے وعدے کرنا	وسیم سبز باغ دکھانے میں ماہر ہے۔
شیر وشکر ہونا	مل جل کر رہنا	وہ دونوں شیر وشکر کی طرح رہتے ہیں۔
طوطی بولنا	عروج پر ہونا، ترقی پانا	جب کہ مغلوں کا طوطی بول رہا تھا۔
عقل کے ناخن لینا	ہوش میں آنا	کچھ کہنے سے قبل عقل کے ناخن لیجیے۔
عندیہ لینا	رائے لینا	وزیر اعظم نے ہم سے عندیہ لیا
کھچڑی پکانا	چپ چاپ باتیں کرنا	تم لوگ کیا کھچڑی پکا رہے ہو۔

گھاٹ گھاٹ کا پانی پینا	تجربہ کار ہونا	بھائی! آپ تو گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چکے ہیں۔
گھوڑا بیچ کر سونا	گہری نیند سونا	زید گھوڑے بیچ کر سو رہا ہے
گھی کے چراغ جلانا	بہت خوشی منانا	اسکول میں فرسٹ آنے پر وہ گھی کے چراغ جلا رہا ہے۔
لوہا ماننا	کسی کی بہادری کا قائل ہونا	دنیا نے حضرت عمر فاروقؓ کا لوہا مان لیا۔
لوہے کے چنے چبانا	دشوار کام کرنا	اتنا سامان اٹھا کر چلنا لوہے کے چنے چبانا ہے
مکھیاں مارنا	بے کار رہنا	آج کل وہ مکھیاں مار رہا ہے۔
نیلا پیلا ہونا	غصہ ہونا	مجھے دیکھ کر وہ نیلا پیلا ہونے لگا۔
ہوا کے گھوڑے پر سوار ہونا	جلدی کرنا	ذرا سانس لو! ہوا کے گھوڑے پر سوار مت ہونے لگو۔
میدان مارنا	جیتنا	تم نے میدان مار لیا

اعضائے جسمانی سے متعلق محاورات

بہت سے محاورات انسانی اعضاء سے متعلق ہیں۔ جیسے: منھ بند ہونا، ناک میں دم کرنا، ہاتھ پاؤں مارنا وغیرہ۔ ان محاورات کی ایک مختصر فہرست حاضر ہے۔

محاورات	معانی	استعمال
سر چڑھانا	ایسی محبت کہ غلطیوں پر بھی نظر انداز کرنا	تم نے بیٹے کو سر چڑھا لیا ہے۔
سر پر اٹھانا	شور مچانا	بچوں نے گھر کو سر پر اٹھا رکھا ہے۔
سر اٹھانا	بغاوت کرنا	حکومت کے خلاف فسادیوں نے سر اٹھا لیا ہے۔
سر پٹکنا	بہت کوشش کرنا، ضد کرنا	وہ سر پٹکتا رہا؛ لیکن اس کا کسی نے ساتھ نہ دیا۔
سر جھکانا	کہنا ماننا	وہ اپنے باپ کی ہر بات پر سر جھکاتا ہے۔
سر پہ کفن باندھنا	مرنے کو تیار رہنا	مجاہدین سر پہ کفن باندھ کر نکلتے ہیں۔
سر ہتھیلی پر لیے پھرنا	مرنے کو تیار رہنا	فوجی سر ہتھیلی پر لیے پھرتا ہے۔
سر کھانا	تنگ کرنا، دق کرنا	خاموش بیٹھو! سر مت کھاؤ۔

ناک

ناک چڑھانا	نفرت کرنا	وہ مجھے دیکھ کر ناک چڑھاتا ہے۔
ناک رکھ لینا	عزت رکھنا	تم نے میری ناک رکھ لی
ناک کٹنا	بے عزت ہونا	تم ایسا کرو گے تو ہماری ناک کٹ جائے گی۔
ناک کا بال ہونا	بہت قریب ہونا	ظفر فیض کی ناک کا بال ہے۔

ناک والا ہونا	بڑا بننا، شیخی کرنا	وہ بہت ناک والا بنتا ہے۔

منھ

منھ پھلانا	رنج ہونا	اس سے پوچھو کیوں منھ پھلا کر بیٹھا ہے۔
منہ بنانا	ناک بھوں چڑھانا	کھانا کھالو منہ مت بناؤ
منہ بند ہونا	خاموشی اختیار کرنا	میرا جواب سن کر ان کا منہ بند ہو گیا۔
منہ پھٹ ہونا	بدتہذیب، بد زبان ہونا	وہ بڑا منہ پھٹ ہے، کہیں بھی کچھ بھی کہہ دیتا ہے۔
منہ کالا ہونا	بے عزت ہونا	تم نے ایسی بات کہی کہ اس کا منہ کالا ہو گیا۔
منہ کی کھانا	شکست، بے عزتی	اسے سب کے سامنے منہ کی کھانی پڑی۔
منہ لگانا	شوخ کرنا، بات کرنا	میں تم جیسوں کو منہ نہیں لگاتا
منہ موڑنا	توجہ نہ دینا	تو نے اس سے منہ کیوں موڑ لیا؟
منہ دیکھتے رہ جانا	ہکّا بکّا، حیران رہ جانا	وہ میری سائیکل لے گیا اور میں منہ دیکھتا رہ گیا

انگلی

انگلی اٹھانا	مجرم بنانا، اشارہ کرنا	مجھ پر انگلیاں مت اٹھاؤ!
انگلیوں پر نچانا	نوکر بنا کر رکھنا	تم جیسوں کو وہ انگلیوں پر نچاتا ہے۔

کانوں میں انگلی دینا	نہ سننا	مجھے تمہاری باتیں سے دلچسپی نہیں؛ میں کانوں میں انگلی دیے بیٹھا ہوں۔
پانچوں انگلی گھی میں ہونا	بہت فائدہ ہونا	ان کی تو پانچوں انگلیاں گھی میں ہیں۔
حلق میں انگلی ڈال کر نکالنا	کسی چیز کو زبردستی حاصل کرنا	میں اپنے پیسے حلق میں انگلی ڈال کر وصول کرنا جانتا ہوں۔
سیدھی انگلی سے گھی نہ نکلنا	نرمی سے کام نہ چلنا	یہاں سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلنے والا۔

آنکھ

آنکھیں بچھانا	انتظار کرنا	کون میری راہ میں آنکھیں بچھاتا ہے؟
آنکھ بدلنا	بے رخی کرنا	اس نے آنکھ بدل لی ہے، اب مجھ سے بات نہیں کرتا۔
آنکھیں پتھرانا	مرنے کے قریب ہونا	اس کی آنکھیں پتھرا گئیں۔
آنکھ بھر آنا	آنسو آنا	اس کا حال جان کر میری آنکھیں بھر آئیں۔
آنکھ چرانا	نظر بچانا، بے رخی کرنا	وہ مجھ سے آنکھیں چرانے لگا ہے۔
آنکھ دکھانا	غصہ ہونا	مجھے آنکھیں مت دکھائیے۔
آنکھوں میں چربی چھانا	بے پروا ہونا	اس کی آنکھوں میں چربی چھائی ہے۔

کان

کان بھرنا	شکایت کرنا	کسی کے خلاف کسی کے کان مت بھرو۔
کان کھڑے ہونا	ہوشیار ہونا، خوف زدہ ہونا	شیر دیکھ کر اس کے کان کھڑے ہو گئے۔
کان پکڑنا	توبہ کرنا	کان پکڑتا ہوں اب وہاں نہیں جاؤں گا۔
کان کاٹنا	بڑھ جانا	وہ بڑے بڑوں کے کان کاٹ لیتا ہے۔
کان میں روئی دینا	بے فکر ہونا	وہ کان میں روئی دے کر بیٹھے ہیں۔
	گردن	
گردن پر سوار ہونا	دھمکانا	باغ والا میری گردن پر سوار ہو گیا تھا۔
گردن پر خون ہونا	الزام لگنا	اس کی گردن پر خون ہے۔
گردن آزاد کرنا	غلام آزاد کرنا، موت سے چھٹکارا ملنا	قسم کا کفارہ ایک گردن آزاد کرنا ہے۔

دانت

دانت کھٹے کرنا	شکست دینا	ٹیپو سلطان نے انگریزوں کے دانت کھٹے کر دیے۔
دانت پیسنا	غصہ کرنا	وہ مجھے دیکھ کر دانت پیس رہا تھا۔

دانتوں پسینہ آنا	خوب محنت کرنا	اس کام میں دانتوں پسینہ آ گیا۔

بال

بال کی کھال نکالنا	بہت چھان بین کرنا	بال کی کھال مت نکالو!
بال بیکا ہونا	صدمہ یا نقصان ہونا	اس لڑائی میں اس کا بال بیکا نہ ہوا۔
بال بال بچنا	خطرے کے قریب سے بچنا	کل کے حادثے میں ہم بال بال بچ گئے۔
بال/رونگٹے کھڑے ہونا	خوف کھانا، غصہ ہونا	یہ سن کر اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

ضرب الامثال یا کہاوتیں

آم کے آم گٹھلیوں کے دام	جب کسی کام میں دوہرا فائدہ ہو
الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے	جب کوئی غلطی کر کے دوسرے کو قصوروار ٹھہرائے۔
اونٹ کے منہ میں زیرہ	بہت سے لوگوں کے لیے تھوڑا سا سامان یا کھانا۔
ایک چنا بھاڑ نہیں پھوڑتا	اکیلا آدمی بڑا کام نہیں کر سکتا۔
ایک لاٹھی سے سب کو ہانکنا	ہر درجے کے لوگوں سے ایک جیسا برتاؤ کرنا
ایک تو کریلا اوپر سے نیم چڑھا	برائی اور کمینہ پن میں بڑھا ہوا ہونا۔
ایک ہاتھ سے تالی نہیں بجتی	یعنی اچھا سلوک دونوں طرف سے ہونا چاہیے
بندر کے ہاتھ میں ناریل	ناقدر آدمی کے پاس اچھی اور قیمتی چیز کا ہونا۔

جان نہ پہچان خالہ اماں سلام	ناواقفیت کے باوجود ملنساری دکھانا۔
جب تک سانس تب تک آس	آخری سانس تک زندگی کی امید رہنا
جیسا دیس ویسا بھیس	جیسی جگہ ویسی وضع اور چلن اختیار کرنا
چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات	تھوڑے دنوں کا آرام
چراغ تلے اندھیرا	دوسروں کو فائدہ اور خود کو نقصان
چھوٹا منہ بڑی بات	اپنی حیثیت سے بڑھ کر بات کرنا
چور کی داڑھی میں تِنکا	مجرم کے پاس اس کی لاعلمی میں جرم کی نشانی کا پایا جانا۔
خدا گنجے کو ناخن نہ دے	ظالم کا طاقت ور ہونا۔
دور کے ڈھول سہانے	کسی کو دیکھے بغیر اس کی اچھائی کرنا۔
رائی کا پربت ہوگیا۔	بات بڑھ گئی۔
سوسنار کی ایک لوہار کی	طاقتور کا ایک وار کمزور کے کئی وار سے سخت ہے۔
دریا کو کوزے میں بند کرنا	طویل بات کو مختصر کر کے پیش کرنا۔
دس کی لاٹھی ایک کا بوجھ	دس آدمی مل کر ایک کام کو آسانی کے ساتھ کر سکتے ہیں۔
دودھ کا جلا مٹھا بھی پھونک کر پیتا ہے	نقصان اٹھانے کے بعد ہر قدم پر محتاط رہنا۔
دریا میں رہ کر مگر مچھ سے بیر	برے لوگوں میں رہ کر ان ہی سے دشمنی۔
ڈوبتے کو تنکے کا سہارا	مصیبت میں تھوڑا سہارا بہت ہوتا ہے۔
سانپ بھی مرجائے لاٹھی بھی نہ ٹوٹے	کام بھی ہو جائے اور نقصان بھی نہ آئے۔حکمت عملی۔

کام چور نوالہ حاضر	کام کے وقت غائب رہنے والا، کھانے کے وقت موجود۔
کم خرچ بالانشیں	خوش انتظامی کے ساتھ کم خرچ۔
کوا چلا ہنس کی چال	اناڑی آدمی جب عقل مندی دکھانے لگے۔
ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا	اپنی لاعلمی پر پردہ ڈالنے کے لیے اسباب کی خامی بتانا۔
گھر کی مرغی دال برابر	آسانی سے ملنے والی قیمتی چیز کی قدر نہیں ہوتی۔
ایک انار سو بیمار	ایک چیز ؛مگر خواہش مند سیکڑوں۔
ہیرے کی پرکھ جوہری جانے۔	اہل ہنر کو قدر دان ہی پہچانتا ہے۔
ہماری بلی ہمیں کو میاؤں	ہمارا ہو کر ہمیں سے دشمنی۔
ہلدی کی گرہ لے کر پنساری بن جانا	تھوڑے سے سرمایے پر خود کو بڑا تاجر سمجھنا
ہلدی لگے نہ پھٹکری رنگ بھی چوکھا آئے	بغیر کچھ کام کیے کام بن جانا
ہر گلے را، رنگ و بوئے دیگر است	ہر ایک کا انداز و ہنر منفرد ہوتا ہے۔
ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور	ظاہر کچھ اور باطن کچھ
ہاتھی نکل گیا دُم اٹکی رہ گئی	سارا کام ہو گیا تھوڑا سا رہ گیا
وقت پڑنے پر گدھے کو باپ کہنا پڑتا ہے	ضرورت کے وقت ادنیٰ آدمی کی خوشامد کرنا پڑتی ہے۔
میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو	اچھی چیز لے لینا اور گھٹیا سے پرہیز کرنا

صنعتِ کلام یا طرزِ تحریر

اسلوبِ بیان، طرزِ تحریر، معنی اور الفاظ کی ترتیب وغیرہ کے لحاظ سے عبارت دو طرح کی ہوتی ہے۔ (۱) سلیس (۲) دقیق۔ پھر الفاظ کی خوبی کے اعتبار سے تحریر دو طرح کی ہوتی ہے (۱) سادہ تحریر (۲) رنگین تحریر۔

الفاظ کی ترتیب کے لحاظ سے عبارت کی دو قسمیں ہیں (۱) نثر (۲) نظم۔ کسی بات کو موزوں اور نپے تلے الفاظ کے ذریعے فن شاعری کی خوبیوں کے ساتھ بیان کرنے کو نظم کہتے ہیں۔ منظوم کلام کہنے میں بہت سی پابندیوں: وزن، بحر، ارکان، قافیہ ردیف وغیرہ کی رعایت ضروری ہے۔

نثر وہ کلام ہے جس کو عام طور سے ہم لوگ تحریر یا تقریر میں پیش کرتے ہیں؛ شعر کی طرح اس میں موزونیت نہیں ہوتی؛ ممکن ہے اتفاقی طور پر کوئی فقرہ یا جملہ باوزن ہو جائے؛ لیکن اسے بھی نثر سمجھیں گے۔ مثلاً ''آپ اس وقت تشریف لائیں گے ہمیں کیا کچھ خبر تھی'' دیکھئے! یہاں خط کشیدہ عبارت موزوں ہوگئی ہے؛ لیکن چونکہ کہنے والے نے جان بوجھ کر اس کو موزوں نہیں کیا ہے، محض اتفاق سے بے ارادہ موزوں ہوا ہے اس لیے اسے بھی نثر تسلیم کریں گے۔

﴿الفاظ کی بناوٹ اور صنعتِ لفظی کے اعتبار سے نثر کی قسمیں﴾

(۱) مسجع:۔ وہ نثر ہے جس میں وزن ہو اور فقرے کا آخری لفظ قافیہ ہو۔ بعض حضرات کے نزدیک نثر مقفیٰ اور نثر مسجع ہم معنیٰ اصطلاحات ہیں؛ لیکن بہت سے ادبا نے ان دونوں کو ایک دوسرے سے مختلف بتایا ہے اور فرق بیان کیا ہے؛ چنانچہ علامہ اخلاق حسین دہلوی رقم طراز ہیں ''مسجع اور مقفیٰ میں یہ فرق ہے کہ مسجع میں وزن بھی ہوتا ہے اور اور مقفیٰ میں وزن نہیں ہوتا ورنہ قافیے کے اعتبار سے دونوں یکساں ہیں''۔ سجع ہم وزن الفاظ کو کہتے ہیں واضح رہے کہ مسجع میں شعر کا وزن نہیں ہوتا؛ بلکہ دو فقروں کے الفاظ ہم وزن ہوتے ہیں۔ مثلاً: اتحاد میں قوت ہے، انتشار میں ذلت ہے۔

(۲) مقفّیٰ:۔ ایسی نثر جس کے فقروں میں وزن نہ ہو؛ لیکن قافیے ہوں۔ غالب کی خطوط میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر غالب کا درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

''حضرت نے میری گرفتاری کا نیا رنگ نکالا، بوستانِ خیال کے دیکھنے کا دانہ ڈالا، مجھ میں اتنی طاقتِ پرواز کہاں کہ بلا سے اگر پھنس جاؤں، دام پر گر کے دانہ زمین پر سے اٹھاؤں''۔

(۳) مرجز:۔ایسی نثر جس میں الفاظ تو باوزن ہوں؛ لیکن قوافی سے خالی ہو،مرجز کہلاتی ہے۔نثر کے تمام فقروں میں وزن پیدا کرنے کے لیے الفاظ کی ترتیب آگے پیچھے بھی کر دیتے ہیں۔مثلاً ’’قامتِ موزوں کے سامنے سرورِ رواں ناچیز ہے، کاکل پیچاں کے سامنے مشکِ ختن بے قدر ہے‘‘

(۴) عاری:۔عاری وہ نثر ہے جس میں نہ وزن کی قید ہو نہ قافیے کی؛ محض ایسی تحریر جو سنجیدگی، متانت، سلاست اور فصاحت کی ردا، اوڑھے مافی الضمیر کی ادائے گی کرتی ہو۔جب نثر کی دنیا میں مسجع اور مقفّٰی کا سکہ زروں پر تھا اور نثر کی ان ہی صنعتوں کو اعلیٰ ادبی نثر سمجھا جاتا تھا، اس وقت نثر کا صحیح آہنگ رکھنے والی نثر کو نثر عاری کا نام ہی دیا جا سکتا تھا۔جدید نقطۂ نظر کے مطابق نثر عاری ہی صحیح معنوں میں مقبول ادبی نثر ہے۔
نثر عاری کی مثال: ’’یہ بہت ضروری ہے کہ مطالعے سے قبل مصنف کا انتخاب کیا جائے، خصوصاً کچی عمر میں جو کہ تأثر و تعلم اور تحصیل و جستجو کی عمر ہوتی ہے‘‘۔

معنیٰ کے اعتبار سے نثر کی قسمیں

معنیٰ کے اعتبار سے نثر کی دو قسمیں ہیں (۱) دقیق (۲) سلیس؛ پھر ان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں۔

(۱) سلیس سادہ: ایسی عام فہم تحریر جو سہل انداز، آسان الفاظ، روزمرہ کے محاورات

اور سمجھ میں آنے والے استعارات وتشبیہات تک محدود ہو۔مثلاً: منزل پر نظر رکھنے والے راستے کی دشواریوں سے تھک ہار کر نہیں بیٹھتے؛ بلکہ مسلسل اپنا سفر جاری رکھتے ہیں۔

(۲) سلیس رنگین:۔ایسی نثر جو سہل اور عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے دامن میں رنگینی اور دلکشی لیے ہوئے ہو۔جیسے: ’’دنیا کا دل ربا حسن دیکھ کر آنکھیں خیرہ رہ جاتی ہیں اور آدمی خواہشات وآرزؤں کے دامِ فریب میں پھنس جاتا ہے‘‘۔

(۳) دقیق سادہ:۔ ایسی نثر جو عام فہم بھی نہ ہو اور اس میں بہت زیادہ مشکل استعارات وتشبیہات بھی نہ ہوں۔جیسے: ’’حکومت کے لیے عوام کے مسائل کا حل گویا ایک امرِ محال ہے؛ جس نے اذہانِ انسانی کو تشویش میں ڈال رکھا ہے‘‘

(۴) دقیق رنگین:۔ وہ نثر جس کے معنی آسانی سے سمجھ میں نہ آئیں اور اس میں دقیق الفاظ، مشکل تعبیرات اور بعید از فہم تشبیہات و استعارات کا خوب استعمال ہو۔جیسے: طوطی شکستان بلمس اظفار فیض آثار۔محبّ عظمطم۔صدیق عشمشم۔طوطی شکر ستان شیریں زبانی۔

اوصاف نثر

ہر نثر میں چار طرح کے اوصاف ہوتے ہیں (۱) عالمانہ (۲) عارفانہ (۳) شاعرانہ (۴) منشیانہ۔

عالمانہ:۔الفاظ ومعانی کے اعتبار سے تحریر بہت زیادہ دقیق نہ ہو،علمی باتیں ہوں،ضرورت کے بقدر دلائل کی تخریج ہو،تحقیق لغت اور استعارات و کنایات سے مالا مال ہو۔

عارفانہ:۔ایسی تحریر جو فکر کی بلندی، ذہن کی سرفرازی،تصورات کی رفعت، تخیلات کی پاکیزگی، کائنات کے اسرار و رموز اور عالم کے کشف وحقائق پر مشتمل ہو۔ جیسے:اہل تصوف اور اولیاءاللہ کی تحریریں۔

شاعرانہ:۔ایسی نثر جس کے الفاظ میں ترکیبیں، بندشیں سب شاعرانہ اور رنگین ہوں اور تشبیہات واستعارات کا خزانہ ہو، جو معنیٰ کے لحاظ سے بھی شاعرانہ ذوق کی عکاس ہو۔

منشیانہ:۔ جو نثر روز مرہ کے محاورات سے مزین، جس کے الفاظ سادگی و سلاست پر مشتمل اور جو انشا پرداز کے تجربات و مشاہدات سے آراستہ ہو۔

﴿اصناف نثر﴾

انشائیہ:۔ نثری ادب کی ایک مقبول اور پسندیدہ صنف ''انشائیہ'' ہے، کچھ لوگ ''مضمون'' اور ''انشائیہ'' میں فرق نہیں کرتے ؛ حالانکہ انشائیہ تحریر کی ایک منفرد صورت

ہے اور نثری ادب میں اس کا ایک الگ صنفی مقام ہے۔انشائیہ نگار کے الفاظ گلہائے رنگا رنگ سے سجے ہوتے ہیں، وہ کاغذ کے چمنستان کو مختلف خیالات، تاثرات، مشاہدات، محاورات اور مزاحیہ استعارات کے رنگ برنگے پھول بوٹوں سے بھر دیتا ہے،تنقیدی لہجہ انشائیہ نگار کی خوبی ہے،انشائیہ لکھنے والے کی نگاہ کسی ایک واقعے، قصے یا حادثے پر نہیں ہوتی؛ بلکہ وہ ایسا اچھوتا انداز اختیار کرتا ہے جس میں قاری کی دلچسپی کو اپنا مقصد بناتا ہے،اس کی تحریر میں نہ سنجیدہ پن ہوتا ہے اور نہ رنج وغم کا اظہار،انشائیہ میں کہانی پن ادبی جرم ہے۔خیالات کی بے ترتیبی انشائیہ کا حسن ہے۔
بطور تمثیل ایک انشائیہ ملاحظہ ہو:

لوگ

مرحلہ درپیش ہے انشائیہ لکھنے کا، سنا ہے کہ بڑے بڑے مصنفین حضرات پوری کتاب لکھنے سے اتنا نہیں گھبراتے جتنا انشائیہ لکھنے سے- جہاں تک میری بات ہے تو مجھے کونسا کتاب لکھنی آتی ہے جو انشائیہ سے گھبراؤں گا۔ویسے کتاب سے یاد آیا کہ کچھ شر پسند لوگوں کا خیال ہے کہ کتاب لکھنا تو دور کی بات مجھے تو صحیح سے پڑھنا بھی نہیں آتا۔کچھ کچھ یاد آتا ہے کہ کافی عرصہ پہلے جب میں چھوٹا سا تھا تو ایک دفعہ استاذ محترم نے مجھے ایک نامناسب سی دیوار پر کھڑا کرنے کے بعد حکم دیا کہ چھلانگ

لگادو! میں تمہیں کیچ کرلوں گا، میں نے ان کی محبت اور شفقت کے بھروسے پر چھلانگ لگادی، ظالم استاذ نیچے سے ہٹ گیا اور میں سیدھا زمین پر۔ چوٹ سے زیادہ غصہ آیا اور دبے لفظوں میں وہ سارے القاب دوہرائے جو خبیث فطرت دوستوں کے لیے مخصوص ہوتے ہیں۔ بعد میں انہوں نے سمجھایا کہ لوگوں کی مثال بھی ایسی ہی ہے، یہ تمہیں ایسی جگہ ماریں گے جہاں تمہیں حلق کی کڑواہٹ دور کرنے کے لیے سوڈا واٹر تک دستیاب نہ ہوگا اور گالیوں کے علاوہ تمہارے پاس کچھ نہ رہے گا۔ ایک دفعہ تو حد ہی ہوگئی، مسجد میں امام صاحب نہیں تھے تو لوگوں نے کہا کہ آپ امامت کروادیں، عصر کی نماز تھی، میں خوشی خوشی اس سعادت کے لیے تیار ہوگیا۔ پہلی رکعت تو اطمینان سے پڑھادی، دوسری میں رکوع میں گیا اور سبحان ربی العظیم پڑھنے کے بعد کھڑا ہوگیا تو پیچھے سے آواز آئی ''اللہ اکبر'' تب مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا، اصل میں دوسری رکعت میں بھول گیا کہ میں امامت کروارہا ہوں اور پیچھے مقتدی بھی ہیں، بعد میں ان شر پسند لوگوں نے میرا خوب مذاق اڑایا؛ لیکن میں نے کوئی اثر نہیں لیا اور جب بھی موقع ملا امامت ضرور کروائی؛ کیوں کہ لوگوں کی باتوں میں آنے والا بندہ کبھی ترقی نہیں کرسکتا۔ ترقی سے یاد آیا ان شر پسند لوگوں نے مجھے یہ مشورہ بھی دیا تھا کہ آپ کی اتنی شہرت ہے تو آپ سیاست دان کیوں نہیں بن جاتے؟ تو مجھے استاذ محترم والا واقعہ یاد آ گیا کہ

لوگوں کی کسی بات پر کان مت دھرنا، بس میں نے بھی انکار کردیا اس طرح سیاست دان بنتے بنتے رہ گیا۔

انشائیہ نگار: **محمد یاسر کراچی، سندھ**

مضمون یا مقالہ:۔ ادب کی وہ صنف جو سنجیدگی، متانت، علم کی رونق اور صداقت و دیانت کے دائرے میں لکھی جائے۔ مقالہ میں کسی سنجیدہ موضوع پر روشنی ڈالی جاتی ہے، اس میں حکمت و فلسفہ اور علم و دانش کے مطابق کسی ایک عنوان پر قلم کار کے مثبت اور عمدہ خیالات ہوتے ہیں، صاحبِ قلم کو کسی مضمون یا مقالے میں علمی و سائنسی یا عالمانہ و فاضلانہ امور کو اجاگر کرنے کا موقع ملتا ہے۔

مقالہ ہمیں وقت اور زمانہ، زمانے کی رفتار اور معاشرہ و ماحول سے روشناس کراتا ہے۔ آسمان، خلاء، فضا، نظام شمسی، ہوا، بادل، بارش، موسم وغیرہ کے متعلق ہم غور کرتے ہیں، کتنے ہی سوالات ہمارے ذہن کی سطح پر ابھرتے ہیں_ ایسے موقع پر ایک سائنسی مقالہ ہماری آسودگی کا سبب بن جاتا ہے، کسی بھی موضوع پر ایک تحقیقی اور معلوماتی مقالہ ہمارے ذہنوں کے بند دریچوں کو کھول دینے کی طاقت رکھتا ہے۔ مقالہ کے لیے زبان و بیان کا واضح اور صاف ستھرا ہونا ضروری ہے، ادبی رنگ اور دلکش اسلوب مقالے کے حسن کو دوبالا کردیتا ہے۔ ہمیں اخبارات و رسائل میں مختلف موضوعات پر

مقالے پڑھنے کو ملتے ہیں۔ ادبی، علمی وفقہی سیمناروں میں کسی خاص موضوع پر مقالے پیش کیے جاتے ہیں۔

داستان:۔ یہ صنف ناول، افسانہ اور ڈرامے کی اخوات میں شمار ہوتی ہے؛ لیکن اس کا اسلوب اور انداز قدرے مختلف ہے، داستانوں میں عجیب وغریب خیالی واقعات کو دلچسپ انداز میں بیان کیا جاتا ہے، داستانی تحریریں پڑھنے اور سننے والے کو اپنی طرف کھینچتی چلی جاتی ہیں۔ داستانیں ماضی کی روایت رہی ہیں۔ داستان میں واقعات کا الجھاؤ، پیچیدگی، بیان کی طوالت اور کرداروں کی کثرت ہوتی؛ لیکن اس کے باوجود اس کا حسن باقی اور اس کی دلکشی برقرار رہتی ہے۔ پڑھنے یا سننے والا داستان کے انجام تک پہنچنے کے لیے بے قرار رہتا ہے۔

ناول:۔ ناول انگلش لفظ Novel سے ماخوذ ہے، جس کے معنی انوکھے اور عجیب و غریب کے ہیں، ناول اصل میں زندگی کی تصویر کشی اور زمانے کی منظر کشی کا ایک تحریری فن ہے، اس میں انسانی احساسات وجذبات اور حیات کی حقیقتوں کو نرالے انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ مناسب الفاظ وتراکیب اس میں انوکھے پن کی کیفیت پیدا کرتے ہیں، ناول میں کردار کے ہر پہلو پر تفصیلی روشنی ڈالی جاتی ہے۔ پلاٹ، کردار نگاری، منظر نگاری، جزئیات نگاری اور مکالمہ نگاری وغیرہ ناول کے بنیادی عناصر ہیں۔

افسانہ:۔ مختصر کہانی کو افسانہ کہتے ہیں۔ ناول کی طرح افسانہ کے موضوعات کا دائرہ بھی وسیع ہے، افسانوں میں سماجی مسائل اور انسانوں کی ذہنی وجذباتی الجھنوں کی ترجمانی ہوتی ہے، افسانہ نگار اپنی تحریر میں زندگی کے پیچ وخم، ناآسودگی، رنج وغم، طبقاتی کشمکش، عدم رواداری، رنگ ونسل کی تفریق، غربت وافلاس، ظلم وستم اور ناانصافی جیسے مسائل کا رونا روتا ہے۔ افسانے میں واقعات کو تفصیل کے بجائے اختصار سے پیش کیا جاتا ہے۔ پلاٹ، منظر نگاری، مکالمہ نگاری اور کردار نگاری وغیرہ اس کے اجزائے ترکیبی ہیں، افسانے اور ناول کے تشکیلی عناصر میں کئی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے۔

سوانح:۔ اس میں کسی شخصیت کے (پیدائش سے لے کر موت تک) حالات زندگی کو بالتفصیل پیش کیا جاتا ہے، سوانح کے مطالعے سے نہ صرف کسی شخصیت کے احوال زندگی، تعلیم وتربیت اور عادت واطوار کا علم ہوتا ہے؛ بلکہ اس عہد کے تاریخی، تہذیبی، سیاسی اور ادبی حالات ورجحانات سے بھی واقفیت ہوتی ہے۔ سوانح کسی بھی علمی، ادبی، سیاسی یا معروف شخصیت کی زندگی سے متعلق لکھی جاسکتی ہے۔ واقعات کی صداقت اور حالات کی صحیح عکاسی سوانح نگار کے لیے ضروری ہے۔ ہم نے بہت سے عقیدت مند سوانح نگاروں کو پڑھا تو معلوم ہوا کہ اکثر سوانح نگار عقیدت ومحبت میں اس قدر بڑھ جاتے ہیں

کہ صاحب سوانح کو فرش سے عرش پر پہنچا دیتے ہیں، تعریف میں اس قدر غلو کہ اللہ کی پناہ!! آداب والقاب میں اس قدر اضافہ کہ صاحب سوانح کی روح بھی شرمسار ہوئے بغیر نہ رہ سکے، یہ حال عام قلم کاروں سے زیادہ خواص یعنی علماء کی جماعت کا ہے۔

خودنوشت:۔ خودنوشت بھی کسی شخصیت کی داستانِ حیات ہوتی ہے؛ لیکن اس کو کوئی دوسرا نہیں، بلکہ وہ بدستِ خود لکھتا ہے، اسے ''خودنوشت سوانح'' بھی کہتے ہیں۔ خود نوشت لکھنے والا اپنے حالات زندگی اور تجربات ومشاہدات کو لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے، کبھی گردش ایام کی ستم کاریوں کا تذکرہ کرتا ہے تو کبھی زندگی کے چمنستان میں فصل بہار کی آمد ورفت کا۔ خودنوشت کو'' آپ بیتی'' بھی کہتے ہیں جس میں لکھنے والا اپنی روداد زندگی کو اس انداز سے پیش کرتا ہے کہ آپ بیتی ''جگ بیتی'' بن جاتی ہے۔ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ اور شیخ زکریا کاندھلویؒ کی آپ بیتیاں پڑھنے لائق ہیں۔

سفرنامہ:۔ سفرنامے میں چشم دید واقعات اور سیر و سیاحت کی داستان قلم بند کی جاتی ہے۔ کسی بھی سفرنامے کو پڑھ کر کسی ملک وقوم کی خوش حالی، ترقی، روایت، تہذیب و ثقافت اور جغرافیائی حدود کا علم ہوتا ہے۔ سفرنامہ لکھنے والا واقعات وحادثات کا خود شاہد ہوتا ہے اور دوسروں کے سہارے کے بغیر اپنی داستانِ سفر رقم کرتا ہے؛ ہاں! اگر وہ اس میں کسی دستاویز یا طویل العمر بوڑھوں کے تعاون سے کسی جگہ کی تاریخی جھلکیاں پیش کرنا چاہے تو بات دیگر ہے۔

مرے رہ گذر! مرے ہم سفر!
تجھے منزلوں کی بھی ہے خبر؟
رہِ زیست کو یوں ہی بھول کر
تو بھٹک رہا ہے اِدھر اُدھر
تو کہاں کا ہے ذرا ہوش کر
ہے کہاں بھلا ترا اصل گھر
کہیں بیٹھ کر، ذرا غور کر
کہ ہے زندگی بڑی مختصر
مرے رہ گذر! مرے ہم سفر

اظہر ابن آصف

''عمدۃ الوقایہ'' درس نظامی کی مشہور کتاب ''شرح الوقایہ'' (جلد دوم) کی بامعیار اردو شرح ہے جس میں صحت عبارت کے ساتھ اعراب کا التزام کیا گیا ہے، نیز عناوین کے ساتھ دلائل کی تخریج، سلیس ترجمہ، کفایت بخش تشریح اور عالمانہ وفقیہانہ تحقیق وتدقیق سے آراستہ ومزین ہے طلبہ واساتذہ کے لیے یکساں مفید۔

فن نظامت (اناؤنسری) میں منفرد انداز اور سیکڑوں خوبیوں کی حامل کتاب ''نظام نظامت'' جس کے استفادے سے آپ دینی جلسوں اور اسلامی کانفرنسوں کے بہترین نقیب بن کر نظامت کے میدان میں کمال حاصل کر سکتے ہیں۔
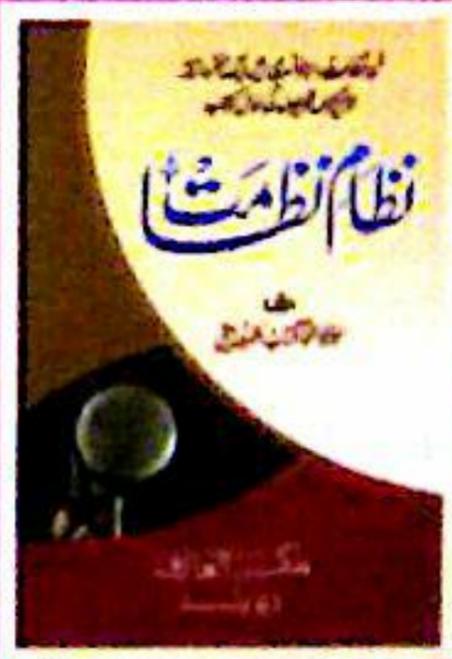
ملنے کا پتہ:
دیوبند وسہارنپور کے سبھی کتب خانوں پر دستیاب

MAKTABA-TUL-ARIF
Deoband - 247554